

127

مكتبة
الملك
سليمان
الملك

ف
7

3223/2

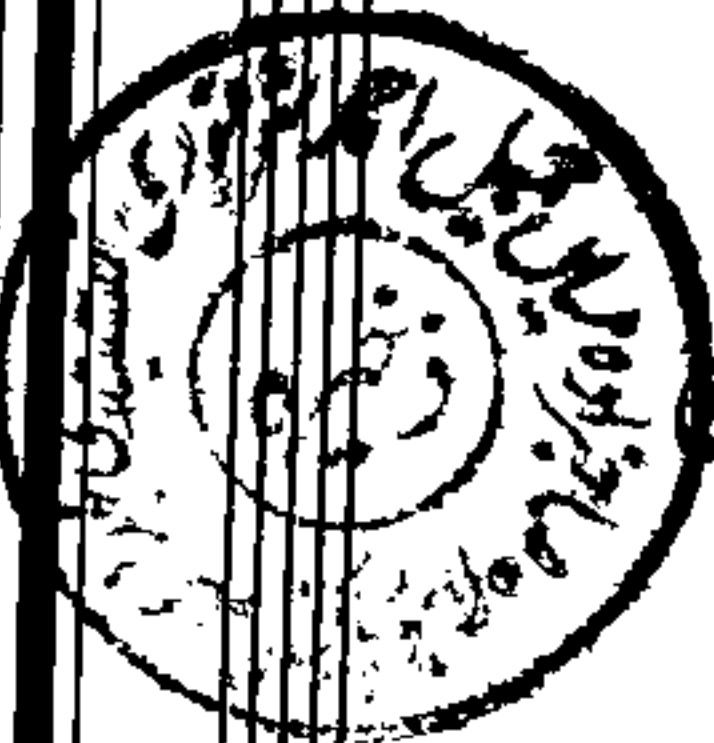
ت ف
I d 33

حقیقت



از

سید ابوالاعلیٰ مودودی



قرآن مینزل

تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

86365

86365



فہرست

صفحہ

۵

۲۲

۲۶

۳۹

مضمون

حج کی ابتدا

حج کی تاریخ مابعد

حج کے فائدے

حج کا عالمگیر اجتماع

گزارش

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ہندوستان کے اُن قابلِ فخر و لائقِ احترام علماء میں سے ہیں، جو اسلام کے ہمہ گیر فلسفہ پر پانچ معنوں میں حاوی ہیں۔ جن اصحاب نے مولانا ابوالاعلیٰ کے پُر مغز مقالات اور بصیرت افروز تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے اُن پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا ایک مخصوص اندازِ تحریر کے مالک ہیں۔ ان کی کلامِ حقیقت نگار نہ صرف معارفِ ادبیہ و دینیہ کی حامل ہے بلکہ فلسفہ دینِ متین کو سلیس اور عام فہم زبان میں قارئین پر واضح کرنے اور حقائقِ اسلام کو ان کے عمیق ترین گوشہٴ دل میں اتارنے کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔

مجھے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے حقیقت افروز رسالتِ قلم سے مستفیض ہونے کا موقع کئی بار نصیب ہوا لیکن ایک دفعہ تو آپ کے پانچ خطبات کے مطالعہ نے مجھے اس حد تک بیتاب کر دیا کہ میں اس گنجِ معارف کو زیادہ وسیع پیمانے پر عامۃ المسلمین تک پہنچانے کے لئے مجبور ہو گیا، اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اس خدمتِ اسلام کے لئے تلج کمپنی لمیٹڈ کا تعاون حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کروں۔

یہ سلسلہ ۱۹۶۲ء کا ذکر ہے جب کہ میں بہاول پور کے سرکاری مہمان خانہ میں اقامت پذیر تھا۔ وہاں میرے محترم دوست کرنل نذیر علی شاہ کا دم میرے لئے غنیمت تھا۔ کرنل صاحب نے میرا وقتِ فرصت گزارنے کے لئے مجھے ترجمان کے چند پرنسپل پرچے مرحمت فرمائے جس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے پانچ خطبات متعلقہ تعلیماتِ قرآن مندرج تھے۔ میں ایک ایسی کمپنی کا مینجنگ ایجنٹ ہوں جس کا سرمایہ آخرتِ قرآن حکیم کی طباعت و اشاعت ہے۔ اس لئے مولانا مودودی کے خطبات میرے لئے ایک نعمتِ غیر متوقع تھے۔ میں نے نہایت ذوق و شوق سے ان کا مطالعہ شروع کیا۔ اور ہر سطر پڑھنے کے بعد دل نے کہا۔ کہ ہاں! یہ ہیں وہ بزرگ جن کے دم سے اسلام دنیا میں ہر وقت سر بلند و سرفراز رہے گا۔

یہ خطبات جن سے میرا دل سجدتا ہوا۔ ان عنوانات کے ماتحت تھے۔

(۱) حقیقتِ اسلام (۲) حقیقتِ صوم و صلوٰۃ (۳) حقیقتِ زکوٰۃ (۴) حقیقتِ حج (۵) حقیقتِ جہاد

اللہ اللہ حقائق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر! معارف کا بحرِ بے پایاں۔ حقیقتیں ہی حقیقتیں!

ایک لامتناہی سلسلہ حقیقت!

میں اپنے اس فیصلہ کے ماتحت کہ اس بحرِ علوم کو تشنگان تک پہنچانے کے لئے تلج کمپنی لمیٹڈ

کا تعاون مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے پیش کروں گا۔ لاہور آتے ہی مولانا صاحب کی خدمت میں پہلا گیا
میں نے اپنی معروضات پیش کیں۔ مولانا کے تبلیغی احساس نے میری معروضات کا خیر مقدم کیا اور معاملہ طے
ہو گیا۔

تاج کمپنی لمیٹڈ کو فخر ہے کہ اس نے اس فخر اسلام فلسفی کے پنچ گنج کی تین لیتھوگراف اشاعتیں ہلکے
کے پیش کیں۔ طبع اول ایک ایک ہزار طبع ثانی پھر ایک ایک ہزار اور طبع ثالث چار چار ہزار۔
یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ تاج کمپنی لمیٹڈ نے قرآن کریم اور دیگر مطبوعات اسلامیہ کو عکسی انداز میں
پیش کر کے دنیا بھر میں ریکارڈ قائم کیا ہے۔ چنانچہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے پانچ خطبات کو بھی عکسی بلاکوں کے
ذریعے چھاپنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اگرچہ یہ طریق کار مصارف کے لحاظ سے بہت بڑی حد تک حوصلہ آزا ہے۔
لیکن کمپنی نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کبھی مالی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

کمپنی کو اس سلسلے میں اشارے سے کام لینا پڑے گا۔ کیونکہ عوام وہ قیمت ادا کرنا نہیں چاہتے جو عکسی کتابوں
پر بڑے حساب لگائی جانی چاہئے۔ چنانچہ کمپنی نے فیصلہ کیا ہے کہ عکسی طباعت کو لیتھو طباعت ہی کے نرخ
پر فروخت کیا جائے۔ اس طرح کمپنی کو اگرچہ مالی طور پر نقصان ہوگا، لیکن یہ ثواب کیا کم ہے کہ ہم ان رسائل
کو گھر گھر میں پہنچانے کے قابل ہو جائیں گے؟

یہ ہمارا اشارہ ہے جس کا ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔ اب برادران ملت کا بھی ایک فرض ہے کہ وہ ان رسائل کا مطالعہ
فرمائیں اور اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی پڑھائیں۔ ان حقیقت افزو رسائل کو زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچانا ایک
تبلیغی خدمت ہے۔ اور اس خدمت کا انجام دینا ہر مسلمان کا فرض۔

مجھے یہ جاننے کی چنداں ضرورت نہیں کہ تاج کمپنی لمیٹڈ دنیائے اسلام کی واحد مشترکہ کمپنی ہے جو مفید
اسلامی لٹریچر کی نفیس ترین رنگین عکسی طباعت و اشاعت کا بہت بڑے پیمانے پر کام کر رہی ہے۔ اور انشاء اللہ
تعالیٰ کرتی رہے گی۔ وہ ان حقیقی فرزندان اسلام اور سچے ہمدردان قوم کی رہنمائی منت ہے جنہوں نے کمپنی کی
عظیم الشان سرپرستی فرمائی ہے۔ توقع ہے کہ قوم کا یہ مشترکہ ادارہ مزید اشتراک عمل، خیر خواہی، ہمدردی اور سرپرستی
کا مستحق سمجھا جائے گا۔ والسلام

خادم دین و قوم

شیخ عنایت اللہ منجنگ ایجنٹ تاج کمپنی لمیٹڈ

لاہور
قرآن سنزل
یکم جنوری ۱۹۵۶ء

حج کی ابتدا

حج کے معنی عربی زبان میں زیارت کا قصد کرنے کے ہیں۔ حج میں چونکہ ہر طرف سے لوگ کعبہ کی زیارت کا قصد کرتے ہیں اس لئے اس کا نام حج رکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے اس کی ابتدا جس طرح ہوئی اس کا قصہ بڑا سبق آموز ہے۔

کون مسلمان عیسائی یا یہودی ایسا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے واقف نہ ہو؟ دنیا کی دو تہائی سے زیادہ آبادی ان کو اپنا پیشوا مانتی ہے۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تینوں انہی کی اولاد سے ہیں۔ انہی کی روشن کی ہوئی شمع سے دنیا بھر میں ہدایت کا نور بھیلایا ہے۔ چار ہزار برس سے زیادہ مدت گزری جب وہ عراق کی سرزمین میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت ساری دنیا خدا کو بھولی ہوئی تھی۔ رُوءے زمین پر کوئی انسان ایسا نہ تھا جو اپنے اصلی مالک کو پہچانتا ہو اور اس کے آگے بندگی اور اطاعت میں سر جھکاتا ہو۔ جس قوم میں انہوں نے آنکھیں

کھولی تھیں۔ وہ اگرچہ اس زمانہ میں دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم
 تھی۔ لیکن گمراہی میں بھی وہی سب سے آگے تھی۔ علوم و فنون اور صنعت
 میں خوب ترقی کر لینے کے باوجود ان لوگوں کو اتنی ذرا سی بات نہ سوجھتی
 تھی کہ مخلوق کبھی معبود ہونے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ ان کے ہاں ستاروں اور
 بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ نجوم، فال گیری، غیب گوئی، جادو ٹونے اور
 نعویذ گنڈے کا خوب چرچا تھا۔ جیسے آج کل ہندوؤں میں پنڈت اور برہمن
 ہیں۔ اسی طرح اس زمانے میں بھی پجاریوں کا ایک طبقہ تھا جو مندروں
 کی محافظت بھی کرتا، لوگوں کو پوجا بھی کراتا، شادی اور غمی وغیرہ کی رسمیں بھی
 ادا کرتا اور غیب کی خبریں بھی لوگوں کو بتانے کا ڈھونگ رچاتا تھا۔ عام
 لوگ ان کے پھندے میں ایسے پھنسے ہوئے تھے کہ انہی کو اپنی اچھی اور
 بری قسمت کا مالک سمجھتے تھے۔ انہی کے اشاروں پر چلتے تھے اور بے چوں
 چرا ان کی خواہشات کی بندگی کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا گمان تھا کہ دیوتاؤں کے
 ہاں ان پجاریوں کی پہنچ ہے۔ یہ چاہیں تو ہم پر دیوتاؤں کی عنایت ہوگی۔
 ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ پجاریوں کے اس گروہ کے ساتھ بادشاہوں
 کی ملی بھگت تھی۔ عام لوگوں کو اپنا بندہ بنا کر رکھنے میں بادشاہ پجاریوں کے
 مددگار تھے اور پجاری بادشاہوں کے۔ ایک طرف حکومت ان پجاریوں کی
 پشت پناہی کرتی تھی اور دوسری طرف یہ پجاری لوگوں کے عقیدہ میں یہ

بات بٹھاتے تھے کہ بادشاہ وقت بھی خداؤں میں سے ایک خدا ہے۔ ملک اور رعیت کا مالک ہے، اس کی زبان قانون ہے اور اس کو رعایا کی جان و مال پر ہر قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بادشاہوں کے آگے پورے بندگی کے مراسم بجالائے جاتے تھے تاکہ رعایا کے دل و دماغ پر ان کی خدائی کا خیال مسلط ہو جائے۔

ایسے زمانہ میں اور ایسی قوم میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ اور اللطف یہ ہے کہ جس گھرانے میں وہ پیدا ہوئے وہ خود سچاریوں کا گھرانہ تھا۔ ان کے باپ دادا اپنی قوم کے پنڈت اور برہمن تھے۔ اس گھر میں وہی تسلیم اور تربیت ان کو مل سکتی تھی، جو ایک پنڈت زادے کو ملا کرتی ہے۔ اسی قسم کی باتیں بچپن سے کانوں میں پڑتی تھیں۔ وہی پیروں اور پیرزادوں کے سے رنگ ڈھنگ اپنے بھائی بندوں اور برادری کے لوگوں میں دکھتے تھے۔ وہی مندر کی گڈی ان کے لئے تیار تھی جس پر بیٹھ کر وہ اپنی قوم کے پیشوا بن سکتے تھے۔ وہی نذر و نیاز اور چڑھاوے جن سے ان کا خاندان مالا مال ہو رہا تھا، ان کے لئے بھی حاضر تھے۔ اسی طرح لوگ ان کے سامنے بھی ہاتھ جوڑنے اور عقیدت سے سر جھکانے کے لئے موجود تھے اسی طرح دیوتاؤں سے رشتہ ملا کر اور غیب گوئی کا ڈھونگ رچا کر وہ ادنیٰ کسان سے لے کر بادشاہ تک ہر ایک کو اپنی پیری کے پھندے میں پھانس

سکتے تھے۔ اس اندھیرے میں جہاں کوئی ایک آدمی بھی حق کو جاننے اور ماننے والا موجود نہ تھا۔ نہ تو ان کو حق کی روشنی ہی کہیں سے مل سکتی تھی اور نہ کسی معمولی انسان کے بس کا یہ کام تھا کہ اس قدر زبردست ذاتی اور خاندانی فائدوں کو لات مار کر محض سچائی کے پیچھے دُنیا بھر کی مصیبتیں مول لینے پر آمادہ ہو جاتا۔

مگر حضرت ابراہیم کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ کسی اور ہی مٹی سے ان کا خمیر بنا تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہ سولج، چاند اور تارے جو خود غلاموں کی طرح گردش کر رہے ہیں اور یہ پتھر کے بُت جن کو آدمی خود اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔ اور یہ بادشاہ جو ہمیں جیسے انسان ہیں۔ آخر یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو بیچارے خود اپنے اختیار سے جنبش نہیں کر سکتے۔ جن میں آپ اپنی مدد کرنے کی بھی قدرت نہیں۔ جو اپنی موت اور زلیلت کے بھی مختار نہیں۔ انکے پاس کیا دھرا ہے کہ انسان ان کے آگے عبادت میں سر جھپکائے۔ ان سے اپنی حاجتیں مانگے، اُن کی طاقت سے خوف کھائے اور انکی خدمتگاری و فرمانبرداری کرے؟ زمین و آسمان کی جتنی چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں یا جن سے کسی طور پر ہم واقف ہیں۔ اُن میں سے تو کوئی بھی ایسی نہیں جو محتاج نہ ہو۔ اور جس پر کبھی نہ کبھی زوال نہ آتا ہو۔ پھر جب اُن سب

کا یہ حال ہے تو ان میں کوئی رب کیسے ہو سکتا ہے؟ جب ان میں سے کسی نے مجھ کو پیدا نہیں کیا۔ نہ کسی کے ہاتھ میں رزق اور حاجت وائی کی کنجیاں ہیں تو میں ان کو رب کیوں مانوں اور کیوں ان کے آگے بندگی و عبادت میں سر جھکاؤں؟ میرا رب تو وہی ہو سکتا ہے جس نے سب کو

پیدا کیا۔ جس کے نسب محتاج ہیں اور جس کے اختیار میں موت و زلیلت اور سب کا نفع و نقصان ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم نے قطعی فیصلہ کر لیا

کہ جن معبودوں کو میری قوم پوجتی ہے ان کو میں ہرگز نہ پوجوں گا۔ اور اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد انہوں نے علی الاعلان لوگوں سے کہہ دیا کہ

إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ط جن کو تم خدائی میں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، ان سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي

فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ط

”میں نے تو سب سے منہ موڑ کر اس ذات کو عبادت و بندگی کے

لئے خاص کر لیا ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں ہرگز

شرک کرنے والا نہیں ہوں۔“

اس اعلان کے بعد حضرت ابراہیم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ

پڑے۔ باپ نے کہا کہ میں عاق کردوں گا اور گھر سے نکال باہر کروں گا۔

اور قوم نے کہا کہ ہم میں سے تمہیں کوئی پناہ نہ دے گا۔ حکومت بھی ان

کے پیچھے پڑ گئی اور یاد شاہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ مگر وہ بیکہ و تنہا
 انسان سب کے مقابلہ میں سچائی کی خاطر ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ باپ کو
 ادب سے جواب دے دیا کہ جو علم میرے پاس ہے وہ تمہیں نہیں ملا۔
 اُس لئے بجائے اس کے کہ میں تمہاری پیروی کروں، تمہیں میری پیروی
 کرنی چاہئے۔ قوم کی دھمکیوں کے جواب میں اس کے بتوں کو اپنے ہاتھ
 سے توڑ کر ثابت کر دیا کہ جنہیں تم پوجتے ہو وہ خود کس قدر بے بس ہیں۔
 بادشاہ کے بھرے دربار میں جا کر صاف کہہ دیا کہ تو میرا رب نہیں ہے۔
 بلکہ وہ ہے جس کے ہاتھ میں میری اور تیری زندگی و موت ہے اور جس کے
 قانون کی بندش میں سوج تک جکڑا ہوا ہے۔ آخر شاہی دربار سے
 فیصلہ ہوا کہ اس شخص کو زندہ جلا ڈالا جائے۔ مگر وہ پہاڑ سے زیادہ
 مضبوط دل رکھنے والا انسان جو خدائے واحد پر ایمان لا چکا تھا، اس
 ہولناک سزا کو بھگتنے کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ اور جب اللہ نے اپنی
 قدرت سے اُس کو آگ میں جلنے سے بچالیا تو وہ اپنے گھر بار، عزیز اقارب،
 قوم اور وطن سب کو چھوڑ چھاڑ کر غریب الوطنی میں ملک ملک کی خاک
 چھاننے کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ جس کے لئے گھر میں مہنت کی
 گدی موجود تھی۔ جو اس گدی پر بیٹھ کر اپنی قوم کا پیر بن سکتا تھا۔ اور
 جو اپنی اولاد کو بھی اس مہنتی کی گدی پر مزے لے لے کر چھوڑ جا

سکتا تھا اُس نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے جلا وطنی اور بے سر سامانی کی زندگی پسند کی۔ کیونکہ دُنیا کو جھوٹے خداؤں کے جال میں پھانس کر خود مزے کرنا اسے گوارا نہ تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں یہ گوارا تھا کہ ایک سچے خدا کی بندگی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ اور اس جرم کی پاداش میں کہیں چین سے نہ بیٹھ سکے۔

وطن سے نکل کر حضرت ابراہیم شام، فلسطین، مصر اور عرب کے ملکوں میں پھرتے رہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس مسافرت کی زندگی میں ان پر کیا گزری ہوگی۔ مال و زر کچھ ساتھ لے کر نہ نکلے تھے اور باہر نکل کر بھی اپنی روٹی کمانے کی فکر میں نہیں پھر رہے تھے۔ بلکہ رات دن فکر تھی تو یہ تھی کہ لوگوں کو ہر ایک کی بندگی سے نکال کر صرف ایک خدا کا بندہ بنائیں۔ اس خیال کے آدمی کو جب اس کے اپنے باپ نے اور اپنی قوم نے برداشت نہ کیا تو اور کون برداشت کر سکتا تھا؟ کہاں اس کی آؤ بھگت ہو سکتی تھی؟ ہر جگہ وہی مندروں کے مہنت اور وہی خدائی کے مدعی بادشاہ موجود تھے اور ہر جگہ وہی جاہل عوام بستے تھے۔ جو ان جھوٹے خداؤں کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے درمیان وہ شخص کہاں چین سے بیٹھ سکتا تھا جو نہ صرف خود ہی خدا کے سوا کسی کی خدائی ماننے کے لئے تیار نہ تھا، بلکہ دوسروں

سے بھی علانیہ کہتا پھرتا تھا کہ ایک اللہ کے سوا تمہارا کوئی مالک اور آقا نہیں ہے۔ سب کی آقائی و خداوندی کا تختہ الٹ دو۔ اور صرف اس کے بندے بن کر رہو؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو کسی جگہ قرار نصیب نہ ہوا۔ سالہا سال بے خانماں پھرتے رہے۔ کبھی کنعان کی بستیوں میں ہیں تو کبھی مصر میں اور کبھی عرب کے ریگستان میں۔ اسی طرح ساری جوانی بیت گئی اور کالے بال سفید ہو گئے۔

اخیر عمر میں جب ۹۰ برس پورے ہونے میں صرف چار سال باقی تھے اور اولاد سے مایوسی ہو چکی تھی، اللہ نے اولاد دی۔ لیکن اس اللہ کے بندے کو اب بھی یہ فکر امانگیر نہ ہوئی کہ خود خانماں برباد ہوا ہوں تو اب کم از کم اپنے بچوں ہی کو دنیا کمانے کے قابل بناؤں۔ اور انہیں کسی ایسے کام پر لگا جاؤں کہ روٹی کا سہارا مل جائے۔ نہیں، اس بوڑھے مسلمان کو فکر تھی تو یہ تھی کہ جس مشن کو پھیلانے میں خود اس نے اپنی عمر کھپا دی تھی، کاش کوئی ایسا ہو جو اس کے مرنے کے بعد بھی اسی مشن کو پھیلاتا ہے۔ اسی غرض کے لئے وہ اللہ سے اولاد کا آرزو مند تھا اور جب اللہ نے اولاد دی تو اس نے یہی چاہا کہ اپنے بعد اپنے کام کو جاری رکھنے کے لئے انہیں تیار کرے۔ اس انسانِ کامل کی زندگی ایک سچے اور اصلی مسلمان کی زندگی تھی۔ ابتدائے جوانی میں ہوش سنبھالنے کے بعد

ہی جب اُس نے اپنے خدا کو پہچانا اور پایا تھا تو خدا نے اس سے کہا
 تھا کہ اَسَلِمُ (اسلام لے آ، اپنے آپ کو میرے سپرد کر دے، میرا ہو کر رہ)۔
 اور اُس نے جواب میں قول دے دیا تھا کہ اَسَلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ
 (میں نے اسلام قبول کیا۔ میں رب العالمین کا ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو
 اس کے سپرد کر دیا) اس قول و قرار کو اس سچے آدمی نے تمام عمر پوری پابندی
 کے ساتھ نباہ کر دکھا دیا۔ اُس نے رب العالمین کی خاطر صدیوں کے
 آبائی مذہب اور اس کی رسموں اور عقیدوں کو چھوڑا۔ دنیا کے ان سارے
 فائدوں کو چھوڑا جو مہنت کی گدھی سنبھالنے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ اپنے
 خاندان اور قوم اور وطن کو چھوڑا۔ اپنی جان کو آگ کے خطرہ میں ڈالا۔
 جلا وطنی کی مصیبتیں سہیں۔ ملک ملک کی خاک چھانی۔ اپنی زندگی
 کا ایک ایک لمحہ رب العالمین کی اطاعت اور اس کے دین کی تبلیغ میں
 صرف کر دیا، اور بڑھاپے میں جب اولاد نصیب ہوئی تو اس کے لئے بھی
 یہی دین اور یہی کام پسند کیا۔ مگر ان آزمائشوں کے بعد ایک اور آخری
 آزمائش باقی رہ گئی تھی۔ جس کے بغیر یہ فیصلہ نہ ہو سکتا تھا کہ یہ شخص دنیا
 کی ہر چیز سے بڑھ کر رب العالمین سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ آزمائش
 یہ تھی کہ یہ اس بڑھاپے میں جب کہ پوری ماؤسی کے بعد اسے اولاد نصیب
 ہوئی ہے، اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی رب العالمین کی خاطر قربان کر سکتا ہے

یا نہیں؛ چنانچہ یہ آزمائش بھی پوری کر ڈالی گئی اور جب اشارہ پاتے ہی وہ اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے فزح کرنے پر آمادہ ہو گیا، تب فیصدہ فرمایا گیا کہ ہاں اب تم نے اپنے مسلم ہونے کے دعویٰ کو بالکل سچ کر دکھایا۔ اب تم اس کے اہل ہو کہ تمہیں ساری دنیا کا امام بنایا جائے۔ اسی بات کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ :-

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ
بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالِ إِنِّي
جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالِ
وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالِ لَا يَمْلِكُ
عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے
چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان میں
پورا اتر گیا تو فرمایا کہ میں تجھ کو انسانوں
کا امام (پیشوا) بنا تا ہوں۔ اس نے
عرض کیا اور میری اولاد کے متعلق کیا
حکم ہے؟ جواب دیا ان میں سے جو
ظالم ہونگے انہیں میرا عہد نہیں پہنچتا

(بقرہ - ۱۲۵)

اس طرح حضرت ابراہیم کو دنیا کی پیشوائی سونپی گئی، اور وہ اسلام کی عالمگیر تحریک کے لیڈر بنائے گئے۔ اب آنحضرت کو اس تحریک کی اشاعت کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت پیش آئی جو مختلف علاقوں کو سنبھال کر بیٹھ جائیں اور آپ کے خلیفہ یا نائب کی حیثیت سے کام کریں۔ اس کام میں تین آدمی آپ کے لئے قوتِ بازو ثابت ہوئے۔ ایک آپ

کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام، دوسرے آپ کے بڑے بیٹے حضرت اسمعیل علیہ السلام، جنہوں نے یسوع کر کہ رب العالمین ان کی جان کی قربانی چاہتا ہے خود اپنی گردن خوشی خوشی چھری کے نیچے رکھ دی۔ تیسرے آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحق علیہ السلام *

بھتیجے کو آپ نے سدوم کے علاقہ میں بٹھایا جس کو آجکل شرق اردن

(ٹرانس جورڈینیا) کہتے ہیں۔ یہاں اُس وقت کی سب سے زیادہ پاجی قوم

رہتی تھی۔ اس لئے اس کی اصلاح بھی مد نظر تھی اور ساتھ ہی دور دراز

کے علاقوں پر بھی اثر ڈالنا مقصود تھا۔ کیونکہ ایران، عراق اور مصر کے درمیان

آنے جانے والے تجارتی قافلے اسی علاقہ سے گذرتے تھے۔ اور یہاں بٹھانے

دونوں طرف تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا جاسکتا تھا *

چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحق کو کنعان کے علاقہ میں آباد کیا۔

جس کو آج کل فلسطین کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ شام اور مصر کے درمیان واقع

ہے۔ اور ہمندر کے کنارے ہونے کی وجہ سے دوسرے ملکوں پر بھی یہاں

سے اثر ڈالا جاسکتا ہے۔ یہیں سے حضرت اسحق کے بیٹے حضرت یعقوب

(جن کا نام اسرائیل بھی تھا) اور پوتے حضرت یوسف کی بدولت اسلام کی

تحریک مصر تک پہنچی *

بڑے صاحبزادے حضرت اسمعیل کو حجاز میں مکہ کے مقام پر رکھا

اور ایک مدت تک خود ان کے ساتھ رہ کر عرب کے تمام گوشوں میں اسلام کی تعلیم پھیلانی۔ پھر بیس دونوں باپ بیٹوں نے اسلامی تحریک کا وہ مرکز تعمیر کیا جو کعبہ کے نام سے آج ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس مرکز کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا تھا، اور خود ہی اس کی تعمیر کی جگہ تجویز کی تھی۔ یہ عمارت محض ایک عبادت گاہ ہی نہ تھی، جیسے مسجدیں عموماً ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ اول روز ہی سے اس کو دین اسلام کی عالمگیر تحریک کا مرکز تبلیغ و اشاعت قرار دیا گیا تھا اور اس کی غرض یہ رکھی گئی تھی کہ ایک خدا کو ماننے والے کھنچ کھنچ کر یہاں جمع ہوا کریں اور مل کر خدا کی عبادت کریں۔ اور اسلام کا پیغام لے کر پھر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں۔ یہی اجتماع تھا جس کا نام ”حج“ رکھا گیا تھا۔ اس کی پوری تفصیل کہ یہ مرکز کس طرح تعمیر ہوا۔ کن جذبات اور کن دعاؤں کے ساتھ دونوں باپ بیٹوں نے اس عمارت کی دیواریں اٹھائیں اور کیسے حج کی ابتدا ہوئی۔ قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے :-

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا	إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ
وہ وہی تھا جو مکہ میں تعمیر ہوا برکت والا	لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَ
گھر اور سائے جہان کے لئے مرکز	هُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ
ہدایت۔ اس میں اللہ کی کھلی ہوئی	آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ
نشانیوں میں۔ مقام ابراہیم ہے۔ اور	وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ

اِمْنًا

(آل عمران ۱۰۰)

جو یہاں داخل ہو جاتا ہے اس کو امن

مل جاتا ہے •

اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنْبَا جَعَلْنَا حَرَمًا

اِمْنًا وَ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ

حَوْلِهِمْ (العنکبوت - ۷۰)

ہیں (یعنی جب کہ عرب میں ہر طرف لوٹ مار، قتل، غارت گری اور جنگ و جدل

کا بازار گرم تھا اس حرم میں ہمیشہ امن ہی رہا حتیٰ کہ وحشی بدو تک اس کے حدود

میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھ پاتے تو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرتے)

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً

لِلنَّاسِ وَاْمْنًا ط وَاَتَّخِذُوا

مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمِ مُصَلًّیٰ ط

وَ عٰهَدْنَا اِلٰی اِبْرٰهٖمِ وَ

اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِیَ

لِلطَّائِفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ

الرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَاِذْ قَالَ

اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا

اِمْنًا وَاَنْزِقْ اَهْلَهُ مِنْ

دعا کی کہ پروردگار اس شہر کو پُر امن

الشِّرْكَاتِ مَنْ أَمِنَ مِنْهُمْ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

بنائے اور یہاں کے باشندوں کو
پھلوں کا رزق بہم پہنچا جو ان میں سے اللہ

(البقرة- ۱۵)

وَإِذِ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا
تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ
لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً
مُّسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا
وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ
رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والا ہو۔
اور جب ابراہیم اور اسمعیل اس گھر کی
بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے
جاتے تھے کہ پروردگار ہماری اس
کوشش کو قبول فرما۔ تو سب کچھ سنتا
اور جانتا ہے۔ پروردگار! اور تو ہم
دونوں کو اپنا مسلم (اطاعت گزار)
بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی
قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔ اور ہمیں اپنی
عبادت کا طریقہ بتا اور ہم پر بخشش کی
نظر رکھ، کہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔
پروردگار! اور تو ان لوگوں میں انہی
کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیجو جو
انہیں تیری آیات سنائے اور ان کو

(البقرة- ۱۵)

کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق درست کرے۔ یقیناً تو

بڑی قدرت والا اور بڑا حکیم ہے +

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ
هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي
وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضَلُّنَّ كَثِيرًا
مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعْنِي فَإِنَّهُ
مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ رَبَّنَا إِنِّي
أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ
غَيْرِ ذِي زُرْعَةٍ عِنْدَ بَيْتِكَ
الْمَحْرَمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ
فَأَجْعَلِ الْفِدَاءَ مِنَ النَّاسِ
تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَأَرْزُقْهُمْ
مِّنَ الشَّمْرِ لَعَلَّهُمْ
يَشْكُرُونَ ۝

اور جب کہ ابراہیم نے دعا کی کہ پروردگار! اس شہر کو پرامن شہر بنا اور مجھے اور میرے بچوں کو بت پرستی سے بچا۔ پروردگار! ان تہوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جو کوئی میرے طریقہ کی پیروی کرے وہ تو میرا ہے اور جو میرے طریقہ سے پھر جائے، تو یقیناً تو غفور اور رحیم ہے۔ پروردگار! میں نے اپنی نسل کے ایک حصہ کو تیرے اس عزت والے گھر کے پاس اس بے آب و گیاہ وادی میں لایا ہے تاکہ یہ نماز کا نظام قائم کریں۔ اے رب تو لوگوں کے دلوں میں ایسا شوق ڈال کہ وہ ان کی طرف کھنچ کر آئیں اور ان کو پھلوں سے رزق پہنچا

(ابراہیم - ۶)

امید ہے کہ بہتیرے شکر گزار بنیں گے +

اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے اس
گھر کی جگہ مقرر کی۔ اس ہدایت کے
ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو اور میرے
گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع
اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک
صاف رکھو اور لوگوں میں حج کی عام
منادی کرو کہ تمہارے پاس آئیں خواہ
پیدل آئیں یا ہر دور و دراز مقام سے
دُبی اوشنیوں پر آئیں تاکہ یہاں آکر
دیکھیں کہ ان کے لئے کیسے کیسے
دینی و دنیوی منافع ہیں اور ان مقرر
دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے
ان کو دیئے ہوں۔ اللہ کا نام لیں

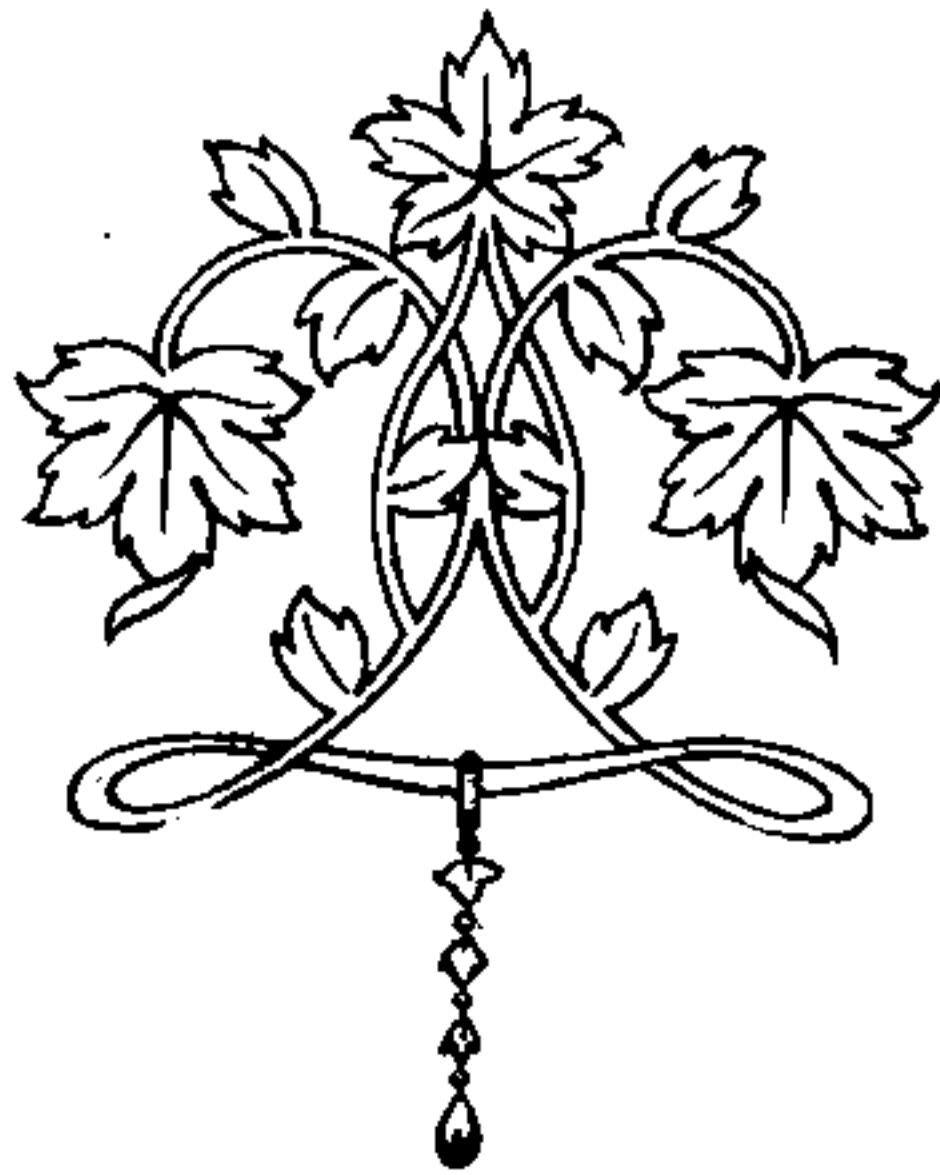
وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ
الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا
وَوَهَّبْنَا بِتَيْبَتِ اللَّطَائِفِينَ
وَالْقَائِمِينَ وَالشُّكْرَ التَّجْوِدِ
وَإِذْ نَفَخْنَا فِي السَّمَاءِ بِالسَّحَابِ
يَأْتُونَكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ
ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ
فِجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ
لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي
آيَاتٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقْتَهُمْ
مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا
مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ
الْفَقِيرِ ۝

یعنی قربانی کریں، اور اس سے خود (الحج - ۱۴)

بھی کھائیں اور تنگ دست اور محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں +

یہ ہے اس حج کی ابتدا کا قصہ، جسے اسلام کا پانچواں رکن قرار دیا گیا
ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں سب سے پہلے جس نبی کو عالمگیر دعوت

پھیلانے پر مامور کیا گیا تھا۔ مگر اس کے مشن کا صدر مقام تھا۔ اور کعبہ وہ مرکز تھا جہاں سے یہ تبلیغ دُنیا کے مختلف گوشوں میں پہنچائی جاتی تھی۔ اور حج کا طریقہ اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ جو لوگ خدائے واحد کی بندگی کا اقرار کریں اور اس کی اطاعت میں داخل ہوں، وہ خواہ کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں، سب کے سب اس ایک مرکز سے وابستہ ہو جائیں اور ہر سال جمع ہو کر اس مرکز کے گرد طواف کریں۔ گویا ظاہر میں اپنی اس باطنی کیفیت کا نقشہ جما دیں کہ ان کی زندگی اس پتے کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنے دُھرے کے گرد ہی گھومتا ہے *۔





حج کی تاریخ مابعد

پچھلے مضمون میں بتا چکا ہوں کہ حج کی ابتدا کس طرح اور کس غرض کے لئے ہوئی تھی۔ یہ بھی بتا چکا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو اسلامی تحریک کا مرکز بنایا تھا۔ اور یہاں اپنے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو بٹھایا تھا، تاکہ آپ کے بعد وہ اس تحریک کو جاری رکھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت اسمعیلؑ کے بعد ان کی اولاد کب تک اس دین پر قائم رہی جس پر ان کے باپ ان کو چھوڑ گئے تھے۔ بہر حال چند صدیوں میں یہ لوگ اپنے بزرگوں کی تعلیم اور ان کے طریقے سب بھول بھال گئے، اور رفتہ رفتہ ان میں وہ سب گمراہیاں پیدا ہو گئیں جو دوسری جاہل قوموں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اسی کعبہ میں جسے ایک خدا کی پرستش کے لئے دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا گیا تھا، سینکڑوں بت رکھ دینے گئے۔ اور غضب یہ ہے کہ خود حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ کا بھی بت بنا ڈالا گیا۔ جن کی ساری زندگی بتوں ہی کی پرستش مٹانے میں صرف ہوئی تھی۔ ابراہیم ضیف کی اولاد نے لات،

86365 68865

منات، ہیکل، نسر، بغوث، عزتی، اساف، ناندہ اور خدا جانے کس کس نام کے
 بت بنائے اور ان کو پوجا چاند، عطار، زہرہ، زحل اور معلوم نہیں کس کس
 سائے کو پوجا۔ جن، بھوت، پریت، فرشتوں اور اپنے مُردہ بزرگوں کی روحوں
 کو پوجا اور ان کی جہالت کا زور یہاں تک بڑھا کہ جب گھر سے نکلتے اور اپنا
 خاندانی بت انہیں پوجنے کو نہ ملتا تو راستہ چلتے میں جو اچھا سا چکنا پھریل جاتا
 اسی کو پوج ڈالتے۔ اور پھر بھی نہ ملتا تو مٹی کو پانی سے گوندھ کر ایک پنڈا سا
 بنا لیتے اور بکری کا دودھ چھڑکتے ہی وہ بے جان پنڈا ان کا خدا بن جاتا۔
 جس مہنت گری اور پنڈتائی کے خلاف ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے عراق میں لڑائی کی تھی، وہ خود انہیں کے گھر میں گھس آئی۔ کعبہ کو انہوں
 نے عرب کا ہر دواریا بنا رس بنا لیا۔ خود وہاں کے مہنت بن کر بیٹھ گئے۔
 حج کو ”تیرتھ جاترا“ بنا کر اس گھر سے جو توحید کی تبلیغ کیلئے بنا تھا بت پرستی
 کی تبلیغ کرنے لگے اور سچاریوں کے سائے ہتھکنڈے اختیار کر کے انہوں نے
 عرب کے دور و نزدیک سے آنے والے جاتریوں سے نذر اور چڑھاؤے وصول
 کرنے شروع کر دیئے۔ اس طرح وہ سارا کام برباد ہو گیا جو حضرت ابراہیم و
 اسمعیل علیہما السلام کر کے گئے تھے اور جس مقصد کے لئے انہوں نے حج کا
 طریقہ جاری کیا تھا۔ اس کی جگہ کچھ اور ہی کام ہونے لگے +
 اس جاہلیت کے زمانہ میں حج کی جو گت بنی، اس کا اندازہ آپ اس

سے کر سکتے ہیں کہ یہ ایک میلہ تھا جو سال کے سال لگتا تھا۔ بڑے بڑے
 قبیلے اپنے جتھوں کے ساتھ یہاں آتے اور اپنے اپنے پڑاؤ الگ ڈالتے ہر
 قبیلے کا شاعر یا بھاٹ اپنی اور اپنے قبیلے والوں کی بہادری، ناموری، عزت
 طاقت اور سخاوت کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا اور ہر ایک
 ڈنگیں مارنے میں دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا۔ یہاں تک کہ
 ایک دوسرے کی ہجرت نوبت پہنچ جاتی۔ پھر فیاضی کا میچ ہوتا۔ ہر قبیلے کے
 سردار اپنی بڑائی جتانے کے لئے دیکھیں چڑھاتے اور ایک دوسرے کو نیچا
 دکھانے کے لئے اونٹ پر اونٹ کاٹتے چلے جاتے۔ اس فضول خرچی سے
 ان لوگوں کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ اس میلے کے موقع پر ان کا نام
 سائے عرب میں اونچا ہو جائے اور یہ چرچے ہوں کہ فلاں صاحب نے
 اتنے اونٹ ذبح کئے اور فلاں صاحب نے اتنے کو کھانا کھلایا۔ ان مجال
 میں راگ رنگ، شراب خواری، زنا اور ہر قسم کی فحش کاری دھڑلے سے
 ہوتی تھی اور خدا کا خیال مشکل ہی سے کسی کو آتا تھا۔ کعبہ کے گرد طواف
 ہوتا تھا۔ مگر کس طرح؟ عورت، مرد سب ننگے ہو کر گھومتے تھے اور کہتے
 تھے کہ ہم اسی حالت میں خدا کے سامنے جائیں گے جس میں ہماری ماؤں
 نے ہمیں جنا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی مسجد میں عبادت ہوتی تھی۔ مگر
 کیسی؟ تالیاں پیٹی جاتیں، سیٹیاں بجاتی جاتیں اور زنگھے پھونکے جاتے

خدا کا نام پکارا جاتا مگر کس شان سے؟ کہتے تھے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا
شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكَاهُوكَ تَمَلِكُهُ وَمَا مَلَكَ رَعْنِي فِي حَاضِرِي
میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا ہونے کی وجہ
سے تیرا شریک ہے۔ تو اس کا بھی مالک ہے۔ اور اس کی ملکیت کا بھی
مالک ہے) خدا کے نام پر قربانیاں بھی کرتے تھے۔ مگر کس بد تمیزی کے ساتھ؟
قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں سے لٹھیرا جاتا اور گوشت دروازے پر ڈالا جاتا۔
اس خیال سے کہ نعوذ باللہ یہ خون اور گوشت خدا کو مطلوب ہے حضرت ابراہیم
نے حج کے چار مہینوں کو حرام ٹھہرایا تھا اور ہدایت کی تھی کہ ان مہینوں میں
کسی قسم کی جنگ و جدل نہ ہو۔ یہ لوگ اس حرمت کا کسی حد تک خیال
رکھتے تھے۔ مگر جب لڑنے کو جی چاہتا تو ڈھٹائی کے ساتھ ایک سال
حرام مہینہ کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال اس کا بدلہ کر دیتے تھے۔
پھر جو لوگ اپنے مذہب میں نیک نیت تھے انہوں نے بھی
جہالت کی وجہ سے عجیب عجیب طریقے ایجاد کر لئے تھے۔ کچھ لوگ بغیر
زدرہ لئے حج کو نکل کھڑے ہوتے اور مانگتے کھاتے چلے جاتے تھے۔
ان کے نزدیک یہ نیکی کا کام تھا۔ کہتے تھے ہم متوکل ہیں۔ خدا کے گھر
کی طرف جا رہے ہیں تو دنیا کا سامان کیوں لیں؟ عموماً حج کے سفر میں تجارت
کرنے یا کمائی کے لئے محنت مشقت کرنے کو ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ بہت

لوگ حج میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے اور اسے بھی داخل عبادت سمجھتے تھے بعض لوگ حج کو نکلتے تو بات چیت کرنا ترک کر دیتے۔ اس کا نام حج مُصَمَّت یعنی گونگا حج تھا۔ اس قسم کی اور غلط رسمیں بے شمار تھیں۔ جن کا حال بیان کر کے میں آپ کا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔

یہ حالت کم و بیش دو ہزار برس تک رہی۔ اس طویل مدت میں کوئی نبی عرب میں پیدا نہیں ہوا۔ نہ کسی نبی کی خالص تعلیم عرب تک پہنچی۔ آخر کار حضرت ابراہیم کی اس دعا کے پورے ہونے کا وقت آیا۔ جو انہوں نے کعبہ کی دیوار میں اٹھاتے وقت اللہ سے مانگی تھی۔ یعنی پروردگار! ان کے درمیان ایک پیغمبر خود انہی کی قوم میں سے بھیجیو جو انہیں تیری آیات سنائے اور کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق درست کرے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ہی کی اولاد سے پھر ایک انسان کامل اٹھا جس کا نام پاک محمد بن عبد اللہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح حضرت ابراہیم نے پندھتوں اور منتوں کے خاندان میں آنکھ کھولی تھی، اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس خاندان میں آنکھ کھولی جو صدیوں سے کعبہ کے تیرتھ کا مہنت بنا ہوا تھا۔ جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھ سے خود خاندان کی مہنتی پر ضرب لگائی۔ اسی طرح آنحضرت نے اس پر صرف ضرب ہی نہیں لگائی، بلکہ ہمیشہ کے لئے اس کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی

پھر جس طرح حضرت ابراہیم نے تمام باطل عقیدوں اور تمام جھوٹے خداؤں کی خدائی مٹانے کے لئے جدوجہد کی تھی اور ایک خدا کی بندگی پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ بالکل وہی کام آنحضرت نے بھی کیا اور پھر اسی اصلی اور بے لوث دین کو تازہ کر دیا، جسے حضرت ابراہیم لے کر آئے تھے۔ ۲۱ سال کی مدت میں جب یہ سارا کام مکمل کر چکے تو اللہ کے حکم سے آپ نے پھر اسی کعبہ کو تمام دنیا کے خدا پرستوں کا مرکز بنانے کا اعلان کیا اور پھر وہی منادی کی کہ سب طرف سے حج کے لئے اس مرکز کی طرف آؤ۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو کوئی

مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

اس گھر تک آنے کی قدرت رکھتا ہو

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ

وہ حج کے لئے آئے۔ پھر جو کفر کرے (یعنی

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

قدرت کے باوجود نہ آتے) تو اللہ تمام

دُنْيَا وَالْوٰلِدِیْنَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ ۙ

دُنْيَا وَالْوٰلِدِیْنَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ ۙ

دُنْيَا وَالْوٰلِدِیْنَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ ۙ

دُنْيَا وَالْوٰلِدِیْنَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ ۙ

دُنْيَا وَالْوٰلِدِیْنَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ ۙ

دُنْيَا وَالْوٰلِدِیْنَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ ۙ

اس طرح حج کا از سر نو آغاز کرنے کے ساتھ ہی جاہلیت کی وہ ساری رسمیں بھی یک قلم مٹا دی گئیں جو پچھلے دو ہزار برس میں رواج پا گئی تھیں * میلے ٹھیلے اور تماشے بند کرتے گئے اور حکم دیا گیا کہ جو طریقہ عبادت کا بتایا جا رہا ہے، اسی طریقہ سے اللہ کی عبادت کرو۔

وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ

اللّٰهُ كَمَا هَدٰكُمْ

اللّٰهُ كَمَا هَدٰكُمْ

اللّٰهُ كَمَا هَدٰكُمْ

اللّٰهُ كَمَا هَدٰكُمْ

وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ

الضَّالِّينَ ○ (بقرہ-۲۵)

فَلَا رَفْثَ وَلَا فُسُوقَ وَ

لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (بقرہ-۱۲۵)

شاعری کے دنگل، باپ دادا کے کارناموں پر فخر اور بھٹتی اور بھوکنی کے بیچ سب بند کر دیئے گئے۔

فَإِذَا قُضِيَتُْمْ مَنَاسِكُكُمْ

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ

آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا

(بقرہ-۱۲۵) اس سے بھی بڑھ کر۔

فیاضی کے مقابلے جو محض دکھاوے اور ناموری کے لئے ہوتے تھے ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ وہی حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کا طریقہ پھر زندہ کیا گیا کہ محض اللہ کے نام پر جانور ذبح کئے جائیں تاکہ خوشحال لوگوں کی قربانی سے غریب حاجیوں کو بھی کھانے کا موقع مل جائے۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ○ (بقرہ-۶۷)

کھاؤ پو، مگر اسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا
صَوَّافٍ ط فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَائِمَ
وَالْمُعْتَصِمَ (الحج - ۵)

ان جانوروں کو خالص اللہ کے لئے
اسی کے نام پر قربان کرو۔ پھر جب
ان کی پیٹھیں زمین پر ٹھہر جائیں یعنی
جب جان پوری طرح نکل چکے اور
حرکت باقی نہ رہے، تو خود بھی ان میں سے کھاؤ اور قانع کو بھی کھلاؤ۔ اور
حاجت مند سائل کو بھی۔

قربانی کے خون کو کعبہ کی دیواروں سے لتھیرنا اور گوشت لاکر ڈالنا
موقوف کیا گیا اور ارشاد ہوا۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَ
لَا دِمَائُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ
التَّقْوَى مِنْكُمْ ط (الحج - ۵)

اللہ کو ان جانوروں کے گوشت اور
خون نہیں پہنچتے۔ بلکہ تمہاری
پرہیزگاری و خداترسی پہنچتی ہے۔

برہنہ ہو کر طواف کرنے کی قطعی ممانعت کر دی گئی۔ اور فرمایا گیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ
الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
(اعراف - ۳۲)

اے نبی ان سے کہو کہ کس نے اللہ کی
اس زینت کو حرام کیا جو اُس نے اپنے بندوں
کے لئے نکالی تھی (یعنی لباس)

قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ط
(اعراف - ۳۳)

اے نبی کہو کہ اللہ تو ہرگز بے حیائی کا
حکم نہیں دیتا۔

يَبْنِيَّ اَدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ

عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

سے آدمی زادو! ہر عبادت کے وقت
اپنی زینت (یعنی لباس) پہننے
رہا کرو۔ (اعراف - ۳۱)

حج کے مہینوں کا الٹ پھیر کرنے اور حرام مہینوں کو اطرائی کے لئے حلال
کر لینے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا:-

اِنَّمَّا النَّسِيْءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ

يُضِلُّ بِهٖ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

يُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَہٗ

عَامًا لِّيُوْاطُوْا عِدَّةَ مَا

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ

اللّٰهُ

التوبة - ۱۵

اس کے بدلہ میں کوئی دوسرا مہینہ حرام

کر دیتے ہیں تاکہ جتنے مہینے اللہ نے حرام ٹھہرائے ہیں ان کی تعداد پوری کر دی جائے

مگر اس بہانے سے دراصل اس چیز کو حلال کر لیا جائے جس کو اللہ نے حرام کیا تھا

زادِ راہ لئے بغیر حج کے لئے نکلنے کو ممنوع ٹھہرایا گیا اور ارشاد ہوا کہ:-

وَتَزُوْدُوْا وَاِنْ خَيْرٌ النَّزَادِ

التَّقْوٰی

اور زادِ راہ ضرور لو۔ کیونکہ بہتر ہے

زادِ راہ تو تقویٰ ہے۔ (البقرة - ۲۵)

سفر حج میں کمائی نہ کرنے کو جو نیکی کا کام سمجھا جاتا تھا۔ اور روزی
کمانے کو ناجائز خیال کیا جاتا تھا، اس کی تردید کی گئی۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ
تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ

ذریعے سے اپنے رب کا فضل تلاش
کرتے جاؤ۔ (البقرہ - ۲۵)

گونگے حج اور بھوکے پیاسے حج سے بھی روکا گیا اور ایسی ہی جاہلیت
کی دوسری تمام رسموں کو مٹا کر حج کو تقویٰ، خداترسی، پاکیزگی اور سادگی و
درویشی کا مکمل نمونہ بنا دیا گیا۔ حاجیوں کو حکم دیا گیا کہ جب اپنے گھروں
سے چلو تو اپنے آپ کو تمام دنیوی آلائشوں سے پاک کر لو۔ شہوات کو
چھوڑ دو۔ بیویوں کے ساتھ بھی اس زمانہ میں تعلق زن و شوہر رکھو۔
گالی گلوچ اور تمام بیہودہ اعمال سے پرہیز کرو۔ کعبہ کی طرف آنے والے
جتنے راستے ہیں، ان سب پر بے بیویوں میل دُور سے ایک ایک حد مقرر کر
دی گئی کہ اس حد سے آگے بڑھنے سے پہلے سب لوگ اپنے لباس بدل کر
احرام کا فقیرانہ لباس پہن لیں۔ تاکہ سب امیر و غریب یکساں ہو جائیں
اور سب کے سب اللہ کے دربار میں فقیر بن کر عاجزانہ شان کے ساتھ حاضر
ہوں۔ احرام باندھنے کے بعد انسان کا خون بہانا تو درکنار جانور تک کا
شکار کرنا حرام کر دیا گیا۔ تاکہ امن پسندی پیدا ہو، بہیمیت دُور ہو جائے۔

اور طبیعتوں پر روحانیت کا غلبہ ہو۔ حج کے چار مہینے اس لئے حرام کئے گئے کہ اس مدت میں کوئی لڑائی نہ ہو۔ کعبہ کو جانے والے تمام راستوں میں امر ہے اور زائرین حرم کو کوئی نہ چھیڑے۔ اس شان کے ساتھ جب حاجی حرم میں نہیں تو ان کے لئے کوئی میلہ ٹھیلہ، کھیل تماشہ، ناچ رنگ وغیرہ نہیں ہے۔ قدم پر خدا کا ذکر ہے۔ نمازیں ہیں، عبادتیں ہیں، قربانیاں ہیں، کعبہ کا طواف ہے۔ اگر کوئی پکارے تو یہ ہے:-

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ
 لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ،
 إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ
 وَالْمَوْلَاكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ

تیری طلب پر حاضر ہوں۔ میرے
 اللہ! میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی
 شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں یقیناً
 تیرے ہی لئے حمد ہے۔ سب نعمت

تیری ہی ہے ساری پادشاہی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں +

ایسے ہی پاک صاف، بے لوث اور مخلصانہ حج کے متعلق نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ
 وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعْ كَيَوْمِ
 وَلَدَتْهُ أُمُّهُ-

جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس
 میں شہوات اور فسق و فجور سے پرہیز
 کیا۔ وہ اس طرح پلٹا ہے جیسے آج

ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے

اب قبل اس کے کہ حج کے فائدے بیان کئے جائیں۔ یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ یہ فرض کیسا فرض ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاللّٰهُ عَلَى النَّاسِ حَكِيْمٌ
 الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ
 مَسِيْرًا وَّ مَن كَفَرَ فَاِنَّ
 اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝
 اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو
 اس گھر تک پہنچنے کی قدرت رکھتا
 ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے
 کفر کیا تو اللہ تمام دنیا والوں سے
 بے نیاز ہے۔

آل عمران - 10

اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے کو کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں سے ہوتی ہے:-

مَنْ مَلَكَ زَادًا اَوْ رَاحِلَةً
 تَبْلُغُهُ اِلَى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ
 يَحْجَّ فَلَيْسَتْ اِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا
 وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا
 جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو
 جس سے بیت اللہ تک پہنچ سکتا
 ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کا
 اس حالت پر مرنے اور یہودی یا
 نصرانی ہو کر مرنے کیساں ہے

مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ
 حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ
 جس کو نہ تو کسی صریح حاجت نے
 حج سے روکا ہو۔ نہ کسی ظالم سلطان

جَابِرٌ أَوْ مَرِيضٌ حَابِسٌ
 فَمَاتَ وَلَمْ يَحْجَّ فَلَيْمَتْ
 إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا وَإِنْ
 شَاءَ نَصْرَانِيًّا

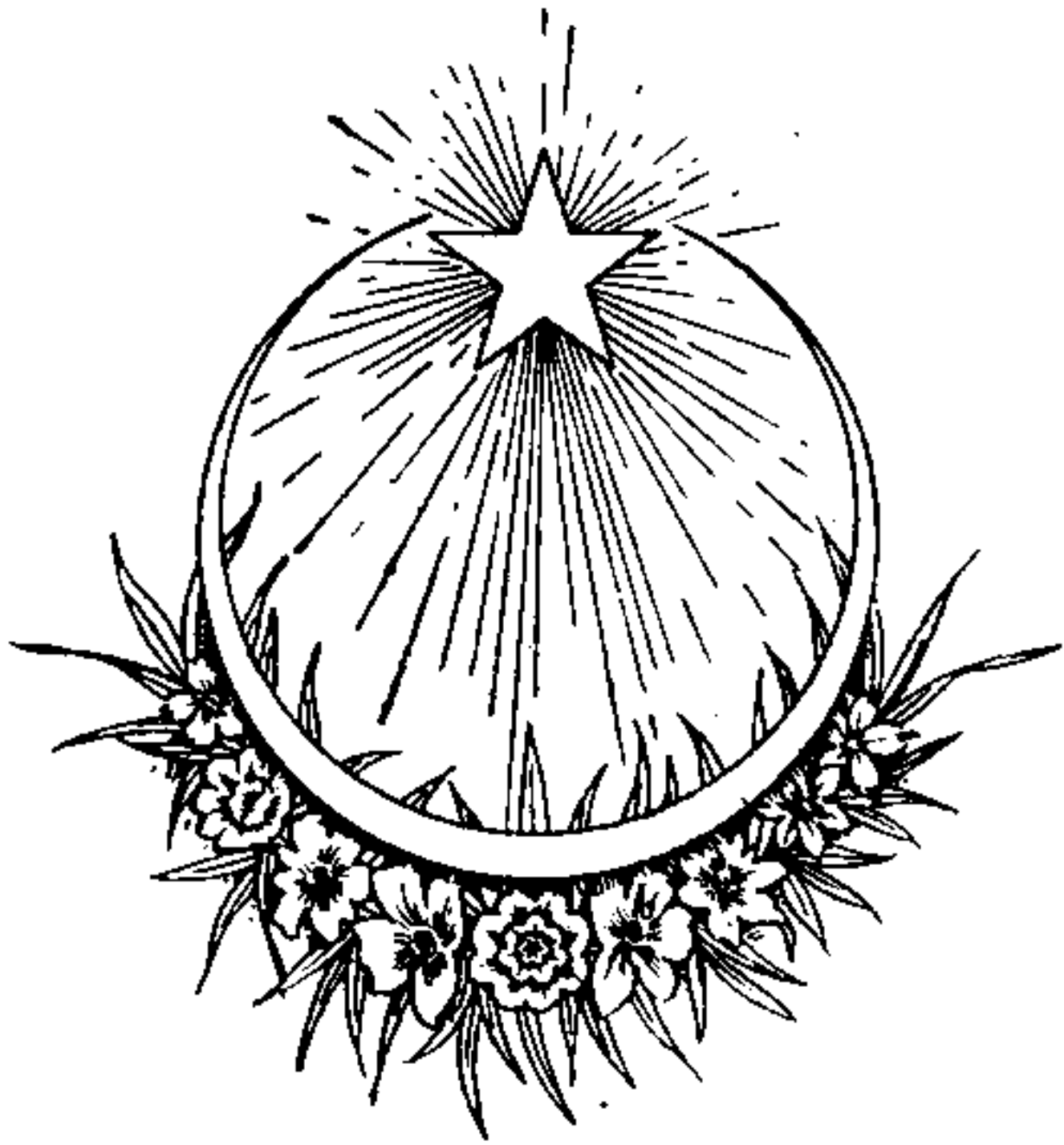
نے۔ نہ کسی روکنے والے مرض نے
 اور پھر اُس نے حج نہ کیا ہو اور اسی
 حالت میں اسے موت آجائے۔ تو
 اُسے اختیار ہے خواہ یہودی بن کر

مرے یا نصرانی بن کر۔

اور اسی کی تفسیر حضرت عمرؓ نے کی۔ جب کہا کہ جو لوگ قدرت
 رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے، میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں
 وہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور رسول و خلیفہ رسول کی اس تشریح
 سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ فرض ایسا فرض نہیں ہے کہ جی چاہے
 تو ادا کیجئے اور نہ چاہے تو ٹال دیجئے۔ بلکہ یہ ایسا فرض ہے کہ ہر اس
 مسلمان کو جو کعبہ تک جانے آنے کا خرچ رکھتا ہو۔ اور ہاتھ پاؤں سے
 معذور نہ ہو۔ عمر میں ایک مرتبہ اسے لازماً ادا کرنا چاہئے۔ خواہ وہ دنیا
 کے کسی کونے میں ہو۔ اور خواہ اس کے اوپر بال بچوں کی اور اپنے کاروبار
 یا ملازمت وغیرہ کی کیسی ہی ذمہ داریاں ہوں، جو لوگ قدرت رکھنے
 کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانے
 پر سال پر سال یونہی گزارتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو اپنے ایمان کی خیر

منانی چاہئے۔ رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے۔ دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ کعبہ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گذر جاتے ہیں۔ جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل سے نہیں گذرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں، اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور قرآن سے جاہل ہے جو انہیں مسلمان سمجھتا ہے، ان کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اٹھتا ہو تو اٹھا کرے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہر حال ان کے دل میں نہیں ہے۔



حج کے فائدے

قرآن مجید میں جہاں یہ ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حج کی عام منادی کرنے کا حکم دیا تھا، وہاں اس حکم کی پہلی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ”تاکہ لوگ آکر دیکھیں کہ اس حج میں ان کے لئے کیسے کیسے فائدے ہیں“ یعنی یہ سفر کر کے اور اس جگہ جمع ہو کر وہ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں گے کہ یہ انہیں کے نفع کے لئے ہے۔ اور اس میں جو فائدے پوشیدہ ہیں، ان کا اندازہ کچھ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب کہ آدمی یہ کام کر کے خود دیکھ لے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے متعلق روایت ہے کہ جب تک انہوں نے حج نہ کیا تھا، انہیں اس معاملہ میں تردد تھا، کہ اسلامی عبادات میں سب سے افضل کونسی عبادت ہے۔ مگر جب انہوں نے خود حج کر کے ان بے حد و حساب فائدوں کو دیکھا جو اس عبادت میں پوشیدہ ہیں تو بے تامل پکار اٹھے کہ حج سب سے افضل ہے۔

اب میں مختصر الفاظ میں اس کے فائدے بیان کروں گا۔

دنیا کے لوگ عموماً دو ہی قسم کے سفروں سے واقف ہیں۔ ایک وہ سفر جو روٹی کمانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو سیر و تفریح کے لئے کیا جاتا ہے۔ ان دونوں قسم کے سفروں میں اپنی غرض اور اپنی خواہش آدمی کو باہر نکلنے پر آمادہ کرتی ہے۔ گھر چھوڑتا ہے تو اپنی غرض کے لئے۔ بال بچوں اور عزیزوں سے جدا ہوتا ہے تو اپنی خاطر۔ مال خرچ کرتا ہے یا وقت صرف کرتا ہے تو اپنے مطلب کے لئے۔ لہذا اس میں قربانی کا کوئی سوال نہیں ہے۔ یہ مگر یہ سفر جس کا نام حج ہے، اس کا معاملہ سب سفروں سے مختلف ہے۔ یہ سفر اپنی کسی غرض کے لئے یا اپنے نفس کی کسی خواہش کے لئے نہیں، بلکہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اور اسی غرض کو ادا کرنے کے لئے ہے۔ جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔ اس سفر پر کوئی شخص اس وقت تک آمادہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت نہ ہو۔ اس کا خوف نہ ہو اور اس کے فرض کو فرض سمجھنے کا خیال نہ ہو۔ پس جو شخص اپنے گھر بار سے ایک لمبی مدت کے لئے علیحدگی، اپنے عزیزوں سے جدائی، اپنے کاروبار کا نقصان، اپنے مال کا خرچ اور سفر کی تکلیفیں گوارا کر کے حج کو نکلتا ہے، اس کا نکلنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے اندر خوفِ خدا اور محبتِ خدا بھی ہے اور فرض کا احساس بھی۔ اور اس میں یہ طاقت موجود ہے کہ اگر کسی وقت خدا کی راہ میں نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ نکل سکتا ہے۔

تکلیفیں اٹھا سکتا ہے۔ اپنے مال اور اپنی راحت کو خدا کی راہ میں قربان کر سکتا ہے *

پھر جب وہ ایسے پاک ارادہ سے سفر کے لئے تیار ہوتا ہے تو اس کی طبیعت کا حال کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ جس دل میں خدا کی محبت کا شوق بھڑک اٹھا ہو اور جس کی لَوادھر لگ گئی ہو۔ اس میں پھر نیک ہی نیک خیال آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ لوگوں سے اپنا کھانا سنا بخشواتا ہے۔ کسی کا حق اس پر آتا ہو تو اُسے ادا کرنے کی فکر کرتا ہے۔ تاکہ خدا کے دربار میں بندوں کا بوجھ لا دے ہوئے نہ جائے برائی سے اس کے دل کو نفرت ہونے لگتی ہے اور قدرتی طور پر پھلانی کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے۔ پھر سفر کے لئے نکلنے کے ساتھ ہی جتنا جتنا وہ خدا کی طرف بڑھتا جاتا ہے، اتنا ہی اتنا اس کے اندر نیکی کا جذبہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو اس سے اذیت نہ پہنچے۔ اور جس کی جتنی خدمت یا مدد ہو سکے کرے۔ بدکلامی یا بہودگی یا بے حیائی یا بددیانتی کرنے سے خود اُس کی اپنی طبیعت اندر سے رکتی ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے راستے میں جا رہا ہے۔ حرمِ الہی کا مسافر ہو اور پھر بدکاریاں کرتا ہوا جائے۔ ایسی شرم کی بات کسی سے کیسے ہو؟ اس کا تو یہ سفر پورا کا پورا عبادت ہے۔ اس عبادت کی حالت میں ظلم اور

فسق کا کیا کام؟ پس دوسرے تمام سفروں کے برعکس یہ ایسا سفر ہے جو ہر دم آدمی کے نفس کو پاک کرتا رہتا ہے اور یوں سمجھو کہ یہ ایک بہت بڑا اصلاحی کورس ہے جس سے لازمًا ہر اس مسلمان کو گزرنا ہوتا ہے جو حج کے لئے جائے۔

سفر کا ایک حقہ ختم کر چکنے کے بعد ایک خاص حد ایسی آتی ہے جس سے کوئی مسلمان جو مکہ جانا چاہتا ہو۔ احرام باندھے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ احرام کیا ہے؟ ایک فقیرانہ لباس جس میں ایک تہ بند، ایک چادر اور جوتی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تک جو کچھ تم تھے سو تھے، مگر اب جو تمہیں خدا کے دربار میں جانا ہے تو فقیر بن کر چلو۔ ظاہر میں بھی فقیر بنو اور دل کے بھی فقیر بننے کی کوشش کرو۔ رنگین کپڑے اور آرائش کے لباس اتارو۔ سادہ اور درویشانہ طرز کا لباس پہن لو۔ موزے نہ پہنو۔ سر کھلا رکھو۔ خوشبو نہ لگاؤ۔ بال نہ بناؤ۔ ہر قسم کی زینت سے پرہیز کرو۔ عورت مرد کا تعلق بند کر دو۔ بلکہ ایسی حرکات و سکنات اور ایسی باتوں سے بھی پرہیز کرو جو اس تعلق کا شوق یا اس کی یاد دلانے والی ہوں۔ شکار نہ کرو۔ بلکہ شکاری کو شکار کا نشان دینے یا اس کا پتہ بتانے سے بھی اجتناب کرو۔ ظاہر میں جب یہ رنگ اختیار کرو گے تو باطن پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔ اندر سے تمہارا دل بھی

فقیر بنے گا۔ کبر و غرور نکلے گا۔ مسکینی اور امن پسندی پیدا ہوگی۔ دنیا اور اس کی لذتوں میں پھنسنے سے جو کچھ آلائشیں تمہاری رُوح کو لگ گئی تھیں وہ صاف ہوگی اور خدا پرستی کی کیفیت تمہارے اوپر بھی طاری ہوگی۔

احرام باندھنے کے ساتھ جو کلمات حاجی کی زبان سے نکلتے ہیں۔ جن کو وہ ہر نماز کے بعد اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اور ہر پستی کی طرف اترتے وقت اور ہر قافلے سے ملتے وقت اور ہر صبح نیند سے بیدار ہو کر بلند آواز سے پکارتا ہے وہ یہ ہیں:-

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ - لَا شَرِيكَ لَكَ -

یہ دراصل حج کی اس ندائے عام کا جواب ہے جو حکم الہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ ساڑھے چار ہزار برس ہوئے، جب اللہ کے اس مناد نے پکارا تھا کہ اللہ کے بندو! اللہ کے گھر کی طرف آؤ۔ زمین کے ہر گوشے سے آؤ۔ خواہ پیدل آؤ، خواہ سواریوں پر آؤ۔" جواب میں آج تک حرم پاک کا ہر مسافر بلند آواز سے کہتا ہے۔ "میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں صرف تیری طلبی پر حاضر ہوں۔ حمد تیرے لئے ہے، نعمت تیری ہے، ملک تیرا ہے، کسی چیز میں تیرا کوئی شریک نہیں۔" اس طرح لبیک کی ہر صدا کے ساتھ حاجی کا تعلق سچی اور خالص

خدا پرستی کی اس تحریک کے ساتھ جڑ جاتا ہے جو حضرت ابراہیم و اسمعیل کے وقت سے چلی آرہی ہے۔ ساڑھے چار ہزار برس کا فاصلہ بیچ سے ہٹ جاتا ہے۔ یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ ادھر اللہ کی طرف سے حضرت ابراہیم پکار رہے ہیں اور ادھر یہ جواب دے رہا ہے۔ جواب دیتا جاتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے۔ جوں جوں آگے بڑھتا ہے، شوق کی کیفیت اور زیادہ طاری ہوتی جاتی ہے۔ ہر چڑھاؤ اور ہر اتار پر اس کے کانوں میں اللہ کی منادی کی آواز گونجتی ہے۔ اور یہ اس پر لبیک کہتا ہوا آگے چلتا ہے۔ ہر قافلہ اسے وہیں کا پیامی معلوم ہوتا ہے اور ایک عاشق کی طرح یہ اس کا پیغام سن کر پکارتا ہے۔ ”میں حاضر میں حاضر“ ہر نئی صبح اس کے لئے پیغام دوست لاتی ہے۔ اور نور کے ترپے کے میں آنکھ کھولتے ہی لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کی صدا لگانے لگتا ہے۔ غرض یہ بار بار کی صدا احرام کے اس فقیر آ لباس، سفر کی اس حالت اور منزل بہ منزل کعبہ سے قریب تر ہوتے جانے کی اس کیفیت کے ساتھ مل کر کچھ ایسا سماں باندھ دیتی ہے کہ حاجی عشق الہی میں از خود رفته ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بس اک یاد دوست کے سوا ”آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا“

اس شان سے حاجی مکہ پہنچتا ہے اور جاتے ہی سیدھا اس

آستانے کی طرف رخ کرتا ہے جس کی طرف بلایا گیا تھا۔ آستانِ دوست کو چومتا ہے۔ پھر اپنے عقیدے، اپنے ایمان، اپنے دین و مذہب کے اس مرکز کے گرد چکر لگاتا ہے۔ اور ہر چکر آستانہ بوسی سے شروع اور آستانہ بوسی ہی پر ختم کرتا جاتا ہے۔ اس کے بعد مقامِ ابراہیم پر دو رکعتیں سلامی کی پڑھتا ہے۔ پھر وہاں سے نکل کر کوہِ صفا پر چڑھتا ہے اور وہاں سے جب کعبہ پر نظر پڑتی ہے تو پکار اٹھتا ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
وَلَوْ كَفَرَ الْكَافِرُونَ۔

”کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا۔ کسی دوسرے کی ہم بندگی نہیں کرتے ہماری اطاعت صرف اللہ کے لئے خاص ہے۔ خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو“

پھر وہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتا ہے۔ گویا اپنی حالت سے

سلسلہ حجرِ اسود کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام نے آستانہ بوسی کے لئے اس جگہ کو معین کر لیا تھا۔ ورنہ بچائے خود اس پتھر میں کوئی بات نہیں ہے کہ چومنے کے لئے کسی کی کچھ خصوصیت ہو۔ جیسا کہ حضرت عمر نے اس کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ میں جانتا ہوں تو محض ایک پتھر ہے۔ اگر رسول اللہ نے تجھے نہ چوما ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

اس کا ثبوت دے رہا ہے کہ یونہی اپنے مالک کی خدمت میں اور یونہی
اس کی خوشنودی کی طلب میں ہمیشہ سعی کرتا رہے گا۔ اس سعی کے دوران
میں کبھی اس کی زبان سے نکلتا ہے:-

اللَّهُمَّ اسْتَعِذْنِي بِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَتَوْفِئِي عَلَيَّ مِنْ مَلَّتِهِ وَ
اعِذْنِي مِنْ مُضَلَّاتِ الْفِتَنِ-

”خدا یا مجھ سے کام لے۔ اسی طریقہ پر جو تیرے نبی کا طریقہ ہے۔
اور مجھے موت دے اسی راستہ پر جو تیرے نبی کا راستہ ہے۔ اور زندگی
میں مجھے بچاؤ ان فتنوں سے جو راہِ راست سے بھٹکانے والے ہیں“
اور کبھی کہتا ہے:-

رَبِّ اغْفِرْ ذُنُوبِي وَارْحَمْ رَحْمَةً وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ
الْأَكْرَمُ

”پروردگار! معاف کر اور رحم کر۔ میرے قصوروں کو تو جانتا ہے۔
اُن سے درگزر فرما۔ تیری طاقت سب سے بڑھ کر ہے اور تیرا کرم بھی سب
سے بڑھ کر“

اس کے بعد وہ گویا اللہ کا سپاہی بن جاتا ہے اور اب پانچ چھ روز
اس کو کیمپ کی سی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے۔ ایک دن منیٰ میں پڑاؤ ہے
دوسرے دن عرفات میں کیمپ ہے اور خطبہ میں کمانڈر کی ہدایات سننی

جاری ہیں۔ رات کو مزدلفہ میں جا کر چھپاؤنی ڈالی جاتی ہے۔ دن بھگتا ہے تو منیٰ کی طرف کوچ ہوتا ہے اور وہاں اس ستون پر کنکریوں سے چانداری کی جاتی ہے۔ جہاں تک اصحاب فیل کی فوجیں کعبہ کو ڈھانے کے لئے پہنچ گئی تھیں۔ ہر کنکری مارنے کے ساتھ اللہ کا سپاہی کہتا جاتا ہے:-

اللَّهُ أَكْبَرُ رُغْمًا لِلشَّيْطَانِ وَحِزْبِهِ اور اللَّهُمَّ تَصَدِّقًا لِّكِتَابِكَ

وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِيِّكَ۔ کنکریوں کی اس چانداری کا مطلب یہ ہے کہ خدایا جو تیرے دین کو مٹانے اور تیرا بول نیچا کرنے اٹھے گا۔ میں اُس کے مقابلہ میں تیرا بول بالا کرنے کے لئے یوں لڑوں گا۔ پھر اسی جگہ قربانی کی جاتی ہے تاکہ راہِ خدا میں خون بہانے کی نیت اور عزم کا اظہار عمل سے ہو جائے۔ پھر وہاں سے کعبہ کا رخ کیا جاتا ہے۔ جیسے سپاہی اپنی ڈبوٹی ادا کر کے ہیڈ کوارٹر کی طرف سرخرو واپس آ رہا ہے۔ طواف اور دو رکعتوں سے فارغ ہو کر احرام کھل جاتا ہے۔ جو کچھ حرام کیا تھا وہ پھر حلال ہو جاتا ہے۔ اور اب حاجی کی زندگی پھر معمولی طور پر شروع ہو جاتی ہے اس معمولی زندگی کی طرف پلٹنے کے بعد حاجی منیٰ میں جا کر پھر کمپ کرتا ہے۔ اور دوسرے دن پتھر۔ کہ ان تین ستونوں پر باری باری کنکریوں سے پھر چانداری کرتا ہے۔ جن کو حمرات کہتے ہیں اور جو دراصل اس ہاتھی والی فوج کی سپاہی اور تباہی کی یادگار ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیدائش کے سال عین حج کے موقع پر اللہ کے گھر کو ڈھانے آئی تھی اور جسے اللہ کے حکم سے آسمانی چڑیوں نے کنکریاں مار کر تباہ کر دیا تھا۔ تیسرے دن پھر ان ستونوں پر سنگباری کرنے کے بعد حاجی مکہ پہنچتا ہے اور سات دفعہ اپنے دین کے مرکز کا طواف کرتا ہے۔ یہ طواف وداع ہے اور اس سے فارغ ہونے کے معنی حج سے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

یہ ساری تفصیل جو آپ نے سنی، اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حج کے ارادے اور اس کی تیاری سے لے کر اپنے گھر واپس آنے تک دو تین مہینے کی مدت میں کتنے زبردست اثرات آدمی کے دل اور دماغ پر پڑتے ہیں۔ اس میں وقت کی قربانی ہے، مال کی قربانی ہے، آرام و آسائش کی قربانی ہے، بہت سے دنیوی تعلقات کی قربانی ہے، بہت سی نفسانی خواہشوں اور لذتوں کی قربانی ہے، اور یہ سب کچھ اللہ کی خاطر

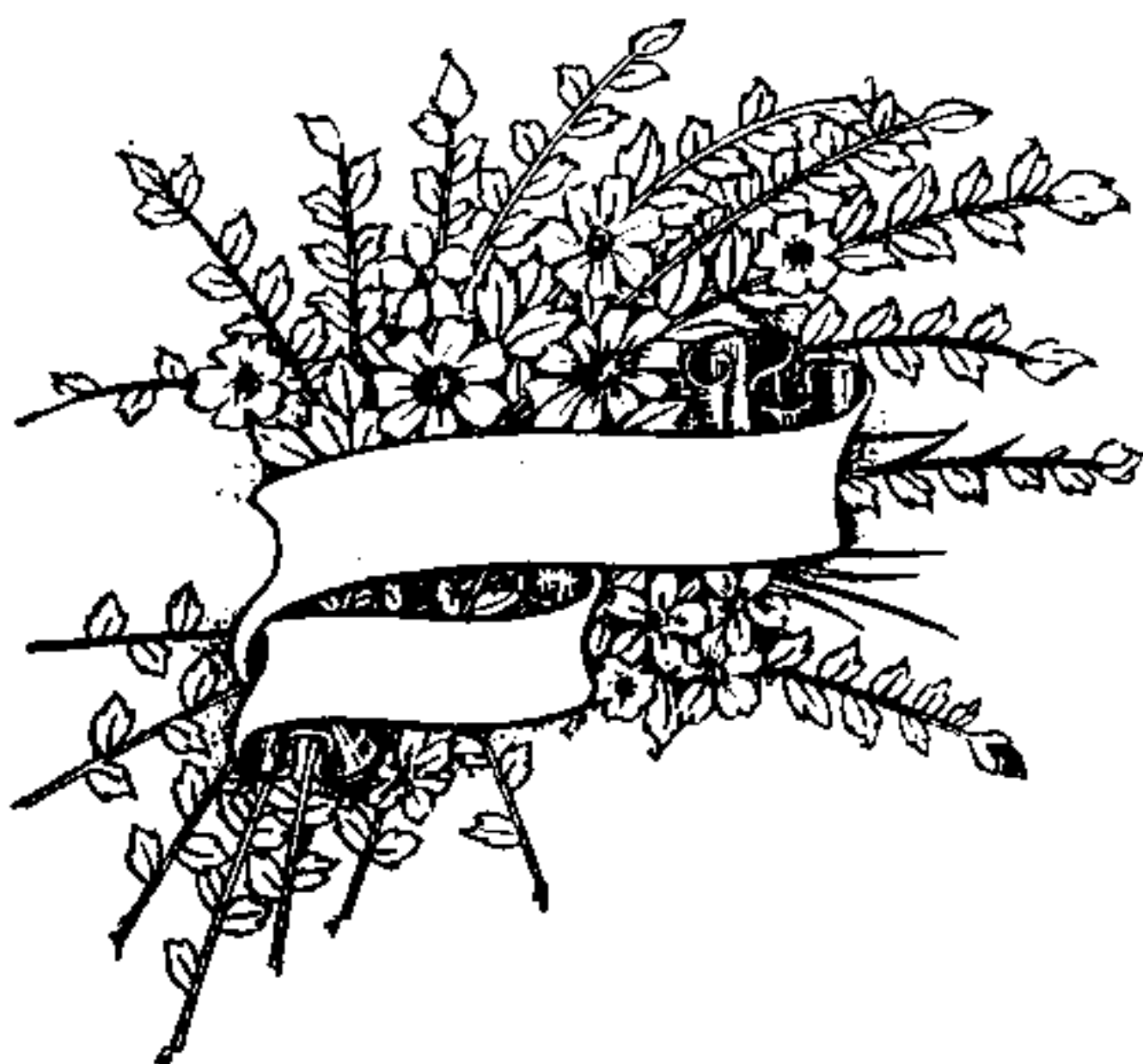
عام طور پر مشہور ہے کہ کنکریاں مارنے کا یہ فعل اس واقعہ کی یادگار میں کیا جاتا ہے جو حضرت ابراہیم کو پیش آیا تھا۔ یعنی حضرت اسمعیل کی قربانی دیتے وقت شیطان نے آپ کو بہکایا تھا اور اس کو آپ نے کنکریاں ماری تھیں یا جب حضرت اسمعیل کے قدر میں مینڈھا آپ کو قربانی کے لئے دیا گیا تو وہ نکل کر بھاگا تھا اور اس کو آپ نے کنکریاں ماری تھیں۔ لیکن کسی صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں ہے کہ رمی جہار کی علت یہ ہے۔

ہے۔ کوئی ذاتی غرض اس میں شامل نہیں۔ پھر اس سفر میں پرہیزگاری و تقویٰ کے ساتھ مسلسل خدا کی یاد اور خدا کی طرف شوق و عشق کی جو کیفیت آدمی پر گذرتی ہے وہ اپنا ایک مستقل نقش دل پر چھوڑ جاتی ہے جس کا اثر برسوں دل پر قائم رہتا ہے۔ پھر حرم کی سرزمین پر پہنچ کر قدم قدم پر انسان ان لوگوں کے آثار دیکھتا ہے۔ جنہوں نے اللہ کی بندگی و اطاعت میں اپنا سب کچھ قربان کیا۔ دنیا بھر سے لڑے، مصیبتیں اٹھائیں، جلاوطن ہوئے، ظلم پر ظلم سے، مگر بالآخر کلمہ حق بلند کر کے چھوڑا۔ اور ہر اس باطل قوت کا سر نیچا کر کے ہی دم لیا، جو انسان سے اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرانا چاہتی تھی۔ ان آیات بنیات اور ان آثار متبرکہ کو دیکھ کر ایک خدا پرست آدمی عزم و ہمت اور جہاد فی سبیل اللہ کا جو سبق لے سکتا ہے شاید کسی دوسری چیز سے نہیں لے سکتا۔ پھر طوافِ کعبہ سے اس کو مرکز دین کے ساتھ جو وابستگی ہوتی ہے اور مناسک حج میں دوڑ دھوپ، کوچ اور قیام سے مجاہدانہ زندگی کی جو مشق اسے کرائی جاتی ہے اسے اگر آپ نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ساری چیزیں کسی بہت بڑے کام کی ٹریننگ ہیں جو اسلام مسلمانوں سے لینا چاہتا ہے۔ اسی لئے ہر اس مسلمان پر جو کعبہ تک جانے آنے کی قدرت رکھتا ہو حج لازم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ جہاں تک ممکن ہو ہر زمانہ میں

زیادہ سے زیادہ مسلمان ایسے موجود ہیں جو اس پوری ٹرننگ سے گزر چکے ہوں *

لیکن حج کے فائدوں کا پورا پورا اندازہ کرنے سے آپ قاصر رہیں گے جب تک یہ بات آپ کے پیش نظر نہ ہو کہ ایک ایک مسلمان اکیلا اکیلا حج نہیں کرتا ہے۔ بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے حج کا ایک ہی زمانہ رکھا گیا ہے۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان مل کر ایک وقت میں حج کرتے ہیں۔ پہلے جو کچھ میں نے بیان کیا ہے، اس سے تو آپ کے سامنے صرف اتنی بات آئی ہے کہ فرداً فرداً ایک ایک حاجی پر اس عبادت کا کیا اثر ہوتا ہے۔ اب میں آئندہ مضمون میں آپ کو بتاؤں گا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے حج کا ایک وقت مقرر کر کے ان فائدوں کو کس طرح لاکھوں درجے بڑھا دیا گیا ہے، اسلام کا کمال یہی ہے کہ یہ بیک کرشمہ دو کار نہیں۔ بلکہ ہزار کار نکال لے جاتا ہے۔ نماز علیحدہ پڑھنے ہی میں کچھ کم فائدے نہ تھے۔ مگر اس کے ساتھ جماعت کی شرط لگا کر اور امامت کا قاعدہ مقرر کر کے اور جمعہ و عیدین کی بڑی جماعتیں بنا کر اس کے فائدوں کو بے حد و حساب بڑھا دیا۔ روزہ فرداً فرداً رکھنا بھی اصلاح اور تربیت کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔ مگر سب مسلمانوں کے لئے رمضان کا ایک ہی مہینہ مقرر کر کے اس کے فائدے اتنے بڑھا دیے کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ زکوٰۃ الگ الگ دینے میں بھی بہت سی خوبیاں

تھیں۔ مگر اس کے لئے بیت المال کا نظام مقرر کر کے اس کی منفعت اتنی بڑھادی کہ آپ اس کا اندازہ اس وقت تک کر ہی نہیں سکتے۔ جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو، اور آپ آنکھوں سے دیکھ نہ لیں کہ تمام مسلمانوں کی زکوٰۃ ایک جگہ جمع کر کے ایک انتظام کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کرنے سے کتنی خیر و برکت ہوتی ہے۔ یہی معاملہ حج کا بھی ہے کہ اکیلا اکیلا آدمی بھی حج کرے تب بھی اس کی زندگی میں بہت بڑا انقلاب ہو سکتا ہے۔ مگر تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک ہی وقت میں مل کر حج کرنے کا قاعدہ مقرر کر کے تو اس کے فائدوں کی کوئی حد باقی ہی نہیں رکھی گئی۔*



حج کا مالکیت

آپ جانتے ہیں کہ ایسے مسلمان جن پر حج فرض ہے۔ یعنی جو کعبہ تک آنے جانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ایک دو تو ہوتے نہیں ہیں۔ ہر بستی میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ ہر شہر میں ہزاروں اور ہر ملک میں لاکھوں ہی ہوتے ہیں۔ اور ہر سال ان میں سے بہت لوگ حج کا ارادہ کر کے نکلتے ہیں۔ اب ذرا تصور کیجئے کہ دنیا کے کونے کونے میں جہاں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں حج کا موسم آنے کے ساتھ ہی کس طرح اسلام کی زندگی جاگ اٹھتی ہے۔ کیسی کچھ حرکت پیدا ہوتی ہے اور کتنی دیر تک رہتی ہے۔ تقریباً رمضان کے مہینے سے لے کر ذی القعدة تک مختلف جگہوں میں مختلف لوگ حج کی تیاریاں کر کے نکلتے ہیں۔ اور اِدھر محرم کے آخر سے صفر، ربیع الاول بلکہ ربیع الثانی تک واپسیوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اس چھ ماہ کی مہینہ کی مدت تک گویا مسلسل تمام مسلمان آبادیوں میں ایک طرح کی دینی حرکت جاری رہتی ہے۔ جو لوگ حج کو جاتے اور حج سے واپس آتے ہیں

وہ تو دینی کیفیت میں سرشار ہوتے ہی ہیں۔ مگر جو نہیں جانتے ان کو بھی حاجیوں کے رخصت کرنے اور ایک ایک بستی سے ان کے گزرنے اور پھر واپسی پر ان کا استقبال کرنے اور ان سے حج کے حالات سننے کی وجہ سے تھوڑا یا بہت اس کیفیت کا کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

جب ایک ایک حاجی حج کی نیت کرتا ہے اور اس نیت کے ساتھ ہی اس پر خوفِ خدا اور پرہیزگاری اور توبہ و استغفار اور نیک اخلاقی کے اثرات چھانے شروع ہوتے ہیں اور وہ اپنے عزیزوں، دوستوں، محلہ داروں اور قہرسم کے متعلقین سے اس طرح رخصت ہوتا اور اپنے معاملات صاف کرنا شروع کرتا ہے کہ گویا اب وہ پہلا شخص نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی طرف لو لگ جانے کی وجہ سے اس کا دل پاک ہو رہا ہے تو اندازہ کیجئے کہ ایک ایک حاجی کی اس حالت کا کتنے کتنے لوگوں پر اثر پڑتا ہوگا۔ اور اگر ہر سال دنیا کے مختلف حصوں میں ایک لاکھ آدمی بھی اوسطاً اس طرح حج کے لئے تیار ہوتے ہوں، تو ان کی تاثیر کتنے لاکھ آدمیوں کے اخلاق تک پہنچتی ہوگی۔ پھر حاجیوں کے قافلے جہاں سے گزرتے ہوئے وہاں ان کو دیکھ کر ان کو مل کر، ان کی لبیک لبیک کی آواز سن کر کتنوں کے دل گرا جاتے ہونگے۔ کتنوں کی توجہ اللہ کی طرف اور اللہ کے گھر کی طرف پھر جاتی ہوگی۔ اور کتنوں کی سوتی ہوئی روح میں حج کے شوق سے حرکت پیدا ہو جاتی ہوگی۔ پھر جب

یہ لوگ اپنے مرکز سے پھر اپنی اپنی لہتیوں کی طرف دُنیا کے مختلف حصوں میں حج کی کیفیتوں کا شمار لے ہوئے پلٹتے ہوئے اور لوگ اُن سے ملاقات کرتے ہوئے، تو اُن کی زبان حال اور زبانِ قال سے اللہ کے گھر کا ذکر سن کر کتنے بے شمار دینی حلقوں میں جذبات تازہ ہو جاتے ہوئے +

پس اگر میں کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ جس طرح رمضان کا مہینہ تمام اسلامی دُنیا میں تقویٰ کا موسم ہے۔ اسی طرح حج کا زمانہ تمام رُوتے زمین میں اسلام کی زندگی اور بیداری کا زمانہ ہے۔ اس طریقہ سے شریعت بنانے والے حکیم و دانائے ایسا بے نظیر انتظام کر دیا ہے کہ انشا اللہ قیامت تک اسلام کی عالمگیر تحریک مٹ نہیں سکتی۔ دُنیا کے حالات خواہ کتنے ہی بگڑ جائیں اور زمانہ کتنا ہی خراب ہو جائے۔ مگر یہ کعبہ کا مرکز اسلامی دُنیا کے جسم میں کچھ اس طرح رکھ دیا گیا ہے، جیسے آدمی کے جسم میں دل ہوتا ہے۔ جب تک وہ حرکت کرتا رہے، آدمی مر نہیں سکتا۔ چاہے بیماریوں کی وجہ سے وہ ہننے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ بالکل اسی طرح اسلامی دُنیا کا یہ دل بھی ہر سال کی دور دراز رکوں تک سے خون کھینچتا رہتا ہے اور پھر اس کو رگ رگ تک پھیلا دیتا ہے۔ جب تک اس دل کی یہ حرکت جاری ہے اور جب تک خون کے کھینچنے اور پھیلانے کا یہ سلسلہ چل رہا ہے اس وقت تک یہ بالکل محال ہے کہ اس جسم کی زندگی ختم ہو جائے، خواہ بیماریوں

سے کتنا ہی زار و زار ہو *

ذرا آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں اس نقشے کا تصور تو کیجئے کہ ادھر مشرق سے، ادھر جنوب سے، ادھر مغرب سے، ادھر شمال سے ان گنت قوموں اور بے شمار ملکوں کے لوگ ہزاروں راستوں سے ایک ہی مرکز کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ شکلیں اور صورتیں مختلف ہیں، رنگ مختلف ہیں، زبانیں مختلف ہیں، مگر مرکز کے قریب ایک خاص حد تک پہنچتے ہی اپنے اپنے قومی لباس اتار دیتے ہیں۔ اور سارے کے سارے ایک ہی طرز کا سادہ یونیفارم پہن لیتے ہیں۔ احرام کا یہ یونیفارم پہننے کے بعد علانیہ یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ سلطانِ عالم اور شاہِ زمین و آسمان کی یہ فوج جو دنیا کی ہزاروں قوموں سے بھرتی ہو کر آرہی ہے، ایک ہی بادشاہ کی فوج ہے۔ ایک ہی کی اطاعت و بندگی کا نشان اس پر لگا ہوا ہے۔ ایک ہی کی وفاداری کے رشتے میں سب بندھے ہوئے ہیں اور ایک ہی دارالسلطنت کی طرف اپنے بادشاہ کے ملاخیز میں پیش ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ یونیفارم پہننے ہوئے سپاہی جب میقات سے آگے چلتے ہیں تو ان سب کی زبانوں سے وہی ایک نعرہ بلند ہوتا ہے۔ لَبَّيْكَ، اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ بولنے کی زبانیں سب کی مختلف ہیں مگر نعرہ سب کا ایک ہی ہے۔ پھر جون جوں مرکز قریب آتا جاتا ہے۔ دائرہ سمٹ کر چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے مختلف

ملکوں کے قافلے ملتے چلے جاتے ہیں اور سب کے سب نمازیں مل کر
 ایک ہی طرز پر پڑھتے ہیں۔ سب کا ایک یونفارم، سب کا ایک امام،
 سب کی ایک ہی حرکت، سب کی ایک ہی زبان میں نماز، سب ایک اللہ کے
 اشارے پر اٹھتے اور بیٹھتے اور رکوع اور سجدہ کرتے ہیں۔ اور سب اسی
 ایک قرآنِ عربی کو پڑھتے اور سننے ہیں۔ یوں زبانوں اور قومیتوں اور وطنوں
 اور نسلوں کا اختلاف ٹوٹتا ہے اور یوں خدا پرستوں کی ایک عالمگیر جماعت
 بنتی ہے۔ پھر جب یہ قافلے یک زبان ہو کر لبیک لبیک کے نعرے
 بلند کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ جب ہر بلندی اور ہر پستی پر یہی نعرے لگتے ہیں
 جب قافلوں کے ایک دوسرے سے ملنے کے وقت دونوں طرف سے
 یہی صدائیں اٹھتی ہیں۔ جب نمازوں کے وقت اور صبح کے ٹڑکے میں
 یہی آوازیں گونجتی ہیں تو ایک عجیب فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے نشے
 میں آدمی سرشار ہو کر اپنی خودی کو بھول جاتا ہے اور اس لبیک کی کیفیت
 میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر کعبے پہنچ کر تمام دنیا سے آئے ہوئے
 آدمیوں کا ایک لباس میں ایک مرکز کے گرد گھومنا، پھر سب کا ایک
 ساتھ صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرنا، پھر سب کا منی میں کیمپ لگانا،
 پھر سب کا عرفات کی طرف کوچ کرنا، اور وہاں ایک امام سے خطبہ سننا،
 پھر سب کا مزدلفہ میں رات کو چھاؤنی ڈالنا۔ پھر سب کا ایک ساتھ منی کی

طرف پلٹنا۔ پھر سب کا متفق ہو کر حجرہ عقبہ پر کنکریوں کی چاند ماری کرنا
 پھر سب کا قربانیاں کرنا۔ پھر سب کا ایک ساتھ کعبہ کی طرف پلٹ کر طواف
 کرنا۔ پھر سب کا ایک ہی مرکز کے گرد نماز پڑھنا۔ یہ اپنے اندر وہ کیفیت
 رکھتا ہے جس کی نظیر دنیا میں ناپید ہے ۛ

پھر دنیا بھر کی قوموں سے نکلے ہوئے لوگوں کا ایک مرکز پر اجتماع
 اور وہ بھی ایسی یک دلی و یک جہتی کے ساتھ ایسی ہم آہنگی کے ساتھ،
 ایسے پاک جذبات، پاک مقاصد اور پاک اعمال کے ساتھ، حقیقت میں
 اتنی بڑی نعمت ہے جو آدم کی اولاد کو اسلام کے سوا اور کسی نے نہیں
 دی۔ دنیا کی قومیں ہمیشہ ایک دوسرے سے ملتی رہی ہیں۔ مگر کس طرح؟
 میدان جنگ میں، گلے کاٹنے کے لئے، یا صلح کا فرانسوں میں، ملکوں کی
 تقسیم اور قوموں کے بٹوارے کے لئے، یا مجلس اقوام میں تاکہ ہر قوم دوسری
 قوم کے خلاف دھوکے، فریب، سازش اور بے ایمانیوں کے جال
 پھیلانے اور دوسروں کے نقصان سے اپنا فائدہ کرنے کی کوشش
 کرے۔ تمام قوموں کے عام لوگوں کا صاف دلی کے ساتھ ملنا نیک اخلاق
 اور پاک خیالات کے ساتھ ملنا، محبت اور خلوص کے ساتھ ملنا، قلبی روحانی
 اتحاد کے ساتھ ملنا، خیالات اعمال اور مقاصد کی یک جہتی کے ساتھ ملنا،
 اور صرف ایک ہی دفعہ مل کر نہ رہ جانا، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہر سال

ایک مرکز پر اسی طرح اکٹھے ہوتے رہنا۔ کیا یہ نعمت اسلام کے سوا بنی نوع انسان کو اور بھی کہیں ملتی ہے؟ دنیا میں امن قائم کرنے، قوموں کی دشمنیوں کو مٹانے اور لڑائی جھگڑوں کے بجائے محبت، دوستی اور برادری کی فضا پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر نسخہ کس نے تجویز کیا ہے؟

اسلام صرف اتنا ہی نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر یہاں اور بہت

کچھ ہے۔*

اُس نے لازم کیا ہے کہ سال کے چار مہینے جو حج اور عمرہ کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان میں کوشش کی جائے کہ کعبہ کی طرف آنے والے تمام راستوں میں امن قائم رہے۔ یہ دنیا میں امن قائم رکھنے کی سب سے بڑی دوامی تحریک ہے۔ اور اگر دنیا کی سیاست کی باگیں اسلام کے ہاتھ میں ہوں تو کم از کم ایک سال کا تہائی حصہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنگ اور غارت گری سے خالی رہ سکتا ہے۔*

اس نے دنیا کو ایک حرم دیا ہے جو قیامت تک کے لئے امن کا شہر ہے۔ جس میں آدمی تو کیا جانور تک کا شکار نہیں کیا جاسکتا۔ جس میں گھاس تک کاٹنے کی اجازت نہیں۔ جس کی زمین کا کاٹھا تک نہیں توڑا جاسکتا۔ جس میں حکم ہے کہ کسی کی کوئی چیز گری پڑی ہو تو اُسے ہاتھ تک نہ لگاؤ۔*

اس نے دنیا کو ایک ایسا شہر دیا ہے جس میں ہتھیار لانے کی نعت ہے۔ جس میں غلہ کو اور دوسری عام ضرورت کی چیزوں کو روک کر مہنگا کرنا "الحاد" کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ جس میں ظلم کرنے والے کو اللہ نے دھکی دی ہے۔ نَذِقُوهُ مِنْ عَذَابِ الْيَسِيرِ "ہم اسے دردناک سزا دیں گے"

اس نے دنیا کو ایک ایسا مرکز دیا ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ سَوَاءٌ نِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ يَعْنِي وَهَاهُنَا تَمَامُ أَنْ النَّاسُونَ كَالْحَقِيقِ بِالْأَكْلِ بَرَابَرِينَ۔ جو خدا کی پادشاہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی تسلیم کر کے اسلام کی برادری میں داخل ہو جائیں۔ خواہ کوئی شخص امریکہ کا رہنے والا ہو یا افریقہ کا یا چین کا یا ہندوستان کا۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو مکہ کی زمین پر اس کے وہی حقوق ہیں جو خود مکہ والوں کے ہیں۔ پورے حرم کے علاقے کی حیثیت کو یا مسجد کی سی حیثیت ہے کہ جو شخص مسجد میں جا کر کسی جگہ اپنا ڈیرا جمادے، وہ جگہ اسی کی ہے۔ کوئی اس کو وہاں سے اٹھا نہیں سکتا۔ نہ اُس سے کرایہ مانگ سکتا ہے۔ مگر وہ اس جگہ خواہ تمام عمر بیٹھا رہا ہو، اسے یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ یہ جگہ میری ملک ہے۔ نہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے نہ کرایہ وصول کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ شخص اس جگہ سے اٹھ جائے تو دوسرے کو بھی وہاں ڈیرہ جمانے کا ویسا ہی حق ہے جیسا اس کو تھا۔ بالکل یہی حال پورے مکہ کے حرم کا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَكَّةَ سُنَاخُ لِمَنْ سَبَقَ
 یعنی ”جو شخص اس شہر میں کسی جگہ آکر اتر جائے، وہ جگہ اسی کی ہے“ وہاں کے
 مکانوں کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے
 لوگوں کو حکم دے دیا تھا کہ اپنے مکانات کے گرد صحنوں پر دروازے نہ
 لگاؤ۔ تاکہ جو چاہے تمہارے صحن میں آکر ٹھہر سکے۔ بعض فقہانے تو یہاں
 تک کہا کہ شہر مکہ کے مکانات پر نہ کسی کی ملکیت ہے اور نہ وہ وراثت میں
 منتقل ہو سکتے ہیں۔

کیا اسلام کے سوا یہ نعمتیں انسان کو کہیں اور بھی مل سکتی ہیں۔
 یہ ہے وہ حج جس کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ اسے کر کے دیکھو۔ اس میں
 تمہارے لئے کتنے منافع ہیں۔ میری زبان میں اتنی قدرت نہیں کہ اس کے
 سارے منافع گنا سکوں۔ تاہم اس کے فائدوں کا ذرا سا خاکہ جو میں نے پیش
 کیا ہے اسی سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔

مگر یہ سب کچھ سننے کے بعد ذرا میرے جلے تن کی باتیں بھی سن لو! تم سلی
 مسلمانوں کا حال اس بچے کا سا ہے جو ہیرے کی کان میں پیدا ہوا ہو۔ ایسا
 بچہ جب ہر طرف ہیرے ہی ہیرے دیکھتا ہے اور پتھروں کی طرح ہیروں
 سے کھیلتا ہے تو ہیرے اس کی نگاہ میں ایسے ہی بے قدر ہو جاتے ہیں جیسے
 پتھر۔ یہی حالت تمہاری بھی ہے کہ دُنیا جن نعمتوں سے محروم ہے۔ جن سے

محروم ہو کر سخت مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھا رہی ہے اور جن کی تلاش میں حیران
 و سرگرداں ہے۔ وہ نعمتیں تم کو مفت میں، بغیر کسی تلاش و جستجو کے صرف اس
 وجہ سے مل گئیں کہ خوش قسمتی سے تم مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے ہو۔ وہ کلمہ
 توحید جو انسان کی زندگی کے تمام سچیدہ مسئلوں کو سلجھا کر صاف میدھاراتہ
 بنا دیتا ہے، بچپن سے تمہارے کانوں میں پڑا۔ نماز اور روزے کے وہ کیمیا
 سے زیادہ قیمتی نسخے جو آدمی کو جانور سے انسان بناتے ہیں اور انسانوں کو
 ایک دوسرے کا بھائی، ہمدرد اور دوست بنانے کے لئے جن سے بہتر نسخے
 آج تک دریافت نہیں ہو سکے ہیں، تم کو آنکھ کھولتے ہی خود بخود باپ دادا
 کی میراث میں مل گئے۔ زکوٰۃ کی وہ بے مثل ترکیب جس سے محض دلوں ہی کی
 ناپاکی دور نہیں ہوتی۔ بلکہ دنیا کی مالیات کا نظام بھی درست ہو جاتا ہے۔
 جس سے محروم ہو کر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ دنیا کے لوگ ایک
 دوسرے کا منہ نوچنے لگے ہیں۔ تمہیں وہ اس طرح مل گئی جیسے کسی حکیم حاذق
 کے بچے کو بغیر محنت کے وہ نسخے مل جاتے ہیں جنہیں دوسرے لوگ ڈھونڈتے
 پھرتے ہیں۔ اسی طرح حج کا وہ عظیم الشان طریقہ بھی جس کا آج دنیا میں کوئی
 جواب نہیں ہے جس سے زیادہ طاقتور ذریعہ کسی تحریک کو چار دانگ عالم
 میں پھیلانے اور ابد الابد تک زندہ رکھنے کے لئے آج تک دریافت نہیں
 ہو سکا ہے۔ جس کے سوا آج دنیا میں کوئی عالمگیر طاقت ایسی موجود نہیں

ہے کہ آدم کی ساری اولاد کو زمین کے گوشے گوشے سے کھینچ کر خدائے واحد کے نام پر ایک مرکز پر جمع کر دے۔ اور بے شمار نسلوں اور قوموں کو ایک خدا پرست، نیک نیت، خیر خواہ برادری میں پیوست کر کے رکھ دے۔ ہاں ایسا بے نظیر طریقہ بھی تمہیں بغیر جستجو کے بنا بنایا اور صد ہا برس سے چلتا ہوا مل گیا۔ مگر تم نے ان نعمتوں کی کوئی قدر نہ کی۔ کیونکہ آنکھ کھولتے ہی یہ تم کو اپنے گھر میں ہاتھ آگئیں۔ اب تم ان سے بالکل اسی طرح کھیل رہے ہو، جس طرح ہیرے کی کان میں پیدا ہونے والا نادان بچہ ہیروں سے کھیلتا ہے اور انہیں کنکر سمجھنے لگتا ہے۔ اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے جس بُری طرح تم اس زبردست دولت اور طاقت کو ضائع کر رہے ہو۔ اس کا نظارہ دیکھ کر دل جل اٹھتا ہے۔ کوئی کہاں سے اتنی قوت برداشت لائے کہ پتھر پھوڑوں کے ہاتھوں جو اہرات کو برباد ہوتے دیکھ کر ضبط کر سکے؟ تم نے یہ شعر تو سنا ہی ہو گا کہ

خِرِ عَيْنِي اِذَا رَمَيْتُ بِمَكَّةَ رُودِ جُودِ بِيَايِدِ مَنُوزِ خَرَابَشِدِ

یعنی گدھا، خواہ عینے علیہ السلام جیسے پیغمبر ہی کا کیوں نہ ہو۔ مکہ کی زیارت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر وہ وہاں ہو آئے، تب بھی جیسا گدھا تھا ویسا ہی رہے گا۔

نماز روزہ ہو یا حج۔ یہ سب چیزیں سمجھ بوجھ رکھنے والے انسانوں کی

تربیت کے لئے ہیں، جانوروں کو سدھارنے کے لئے نہیں ہیں۔ جو لوگ
 نہ ان کے معنی و مطلب کو سمجھیں نہ ان کے مدعا سے کچھ غرض رکھیں نہ اس فائدے
 کو حاصل کرنے کا ارادہ ہی کریں جو ان عبادتوں میں بھرا ہوا ہے۔ بلکہ جن کے
 دماغ میں ان عبادتوں کے مقصد و مطلب کا سرے سے کوئی تصور ہی نہ ہو،
 وہ اگر ان اشکال کی نقل اس طرح اتار دیا کریں کہ جیسے اگلوں کو کرتے دیکھا ویسا
 ہی خود بھی کر دیا۔ تو اس سے آخر کس نتیجہ کی توقع کی جاسکتی ہے؟ بد قسمتی سے
 عموماً آج کل کے مسلمان اسی طریقہ سے ان افعال کو ادا کر رہے ہیں۔ ہر عبادت
 کی ظاہری شکل جیسی مقرر کر دی گئی ہے۔ ویسی ہی بنا کر رکھ دیتے ہیں مگر وہ
 شکل روح سے بالکل خالی ہوتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر سال ہزار ہا زائرین
 مرکز اسلام کی طرف جاتے ہیں اور حج سے مشرف ہو کر پلٹتے ہیں۔ مگر نہ جانتے
 وقت ہی ان پر وہ اصلی کیفیت طاری ہوتی ہے جو ایک مسافر حرم میں ہونی چاہئے
 نہ وہاں سے واپس آکر ہی ان میں کوئی اثر حج کا پایا جاتا ہے اور نہ اس سفر
 کے دوران میں وہ ان آبادیوں کے مسلمانوں اور غیر مسلموں پر اپنے اخلاق کا
 کوئی اچھا نقش بٹھاتے ہیں۔ جن سے ان کا گذر ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس
 ان میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو اپنی گندگی، بے تمیزی اور اخلاقی
 پستی کی نمائش کر کے اسلام کی عزت کو بڑے لگاتارے ہیں۔ ان کی زندگی دیکھ کر
 بجائے اس کے کہ دین کی بزرگی کا سکہ غیروں پر جمے، خود اپنوں کی نگاہوں

میں بھی وہ بے وقعت ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خود ہماری اپنی قوم کے
 بہت سے نوجوان ہم سے پوچھتے ہیں کہ ذرا اس حج کا فائدہ تو ہمیں سمجھاؤ حالانکہ
 یہ حج وہ چیز تھی کہ اگر اسے اس کی اصلی شان کے ساتھ ادا کیا جاتا تو کافر تک
 اس کے فائدوں کو علانیہ دیکھ کر ایمان لے آتے۔ کسی تحریک کے ہزاروں لاکھوں
 نمبر ہر سال دنیا کے ہر حصے سے کھنچ کر ایک جگہ جمع ہوں اور پھر اپنے اپنے ملکوں
 کو واپس جائیں۔ ملک ملک اور شہر شہر سے گذرتے ہوئے اپنی پاکیزہ زندگی،
 پاکیزہ خیالات اور پاکیزہ اخلاق کا اظہار کرتے جائیں۔ جہاں جہاں ٹھہریں اور
 جہاں جہاں سے گذریں، وہاں اپنی تحریک کا نہ صرف زبان سے پرچار کریں بلکہ
 اپنے احرام کے یونینفارم سے اور اپنی احرام بند زندگی سے ان کا پورا پورا منظر
 بھی کر دیں اور یہ سلسلہ دس بیس برس نہیں بلکہ صدیوں تک سال بسال
 چلتا ہے۔ بھلا غور تو کیجئے۔ یہ بھی کوئی ایسی چیز تھی کہ اس کے فائدے پوچھنے
 کی ضرورت پیش آتی؟ خدا کی قسم اگر یہ کام صحیح طریقے پر ہوتا تو اندھے تک اس
 کے فائدے دیکھتے۔ بہروں کے کانوں میں بھی اس کے فائدے پہنچ جاتے، ہر
 سال حج ہزاروں غیر مسلموں کے دلوں پر اسلام کی بزرگی کا سکہ بٹھا دیتا۔ مگر بڑا
 ہو جہالت کا۔ جاہلوں کے ہاتھ پڑ کر کتنی بیش قیمت چیز کس بڑی طرح ضائع
 ہو رہی ہے *

حج کے پورے فائدے حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز اسلام

میں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا۔ کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال تمام دنیا کے جسم میں صالح خون دوڑاتا کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں لاکھوں خداداد قاصدوں کے واسطے سے دنیا بھر میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا۔ اور کچھ نہیں تو اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک مکمل نمونہ موجود ہوتا اور ہر سال دنیا کے مسلمان وہاں سے صحیح دینداری کا تازہ سبق لے لے کر پلٹتے۔ مگر واٹے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں۔ مدتہائے دراز سے عرب میں جہالت پرورش پا رہی ہے۔ نالائق حکمران اپنے دین کے مرکز میں سہنے والوں کو ترقی دینے کے بجائے صدیوں سے پیہم کرانے کی کوشش کر رہے ہیں اور انہوں نے اہل عرب کو علم، اخلاق، تمدن ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کے چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا، آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے نہ اسلامی اخلاق ہیں نہ اسلامی زندگی ہے۔ لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوتے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں۔ مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف ان کو جہالت، گندگی، طمع، بے حیائی، دنیا پرستی، بد اخلاقی، بد انتظامی اور عام باشندوں کی ہر طرح گری ہوئی حالت نظر آتی ہے تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش

پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے لوگ حج کر کے اپنا ایمان بڑھانے
 کی بجائے اور اٹھا کھوآتے ہیں۔ وہی پرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیم و
 اسمعیل علیہما السلام کے بعد جاہلیت کے زمانے میں کعبہ پر مسلط ہو گئی تھی
 اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ختم کیا تھا۔ اب پھر تازہ ہو
 گئی ہے۔ حرم کعبہ کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ خدا کا
 گھران کے لئے جائزاد بن گیا ہے اور اس گھر سے عقیدت رکھنے والوں کو
 وہ اسامی سمجھتے ہیں۔ مختلف ملکوں میں بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے ایجنٹ
 مقرر ہیں تاکہ اسامیوں کو گھیر گھیر کر بھیجیں۔ ہر سال اجمیر کے خادموں کی
 طرح ایک لشکر کا لشکر دلا لوں اور سفری ایجنٹوں کا مکہ سے نکلتا ہے تاکہ
 دنیا بھر کے نلکوں سے اسامیوں کو گھیر کر لائے۔ قرآن کی آیتیں اور حدیث
 کے احکام لوگوں کو سنا سنا کر حج پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ نہ اس لئے کہ انہیں
 خدا کا عائد کیا ہو فرض یا دد لایا جائے۔ بلکہ صرف اس لئے کہ ان احکام
 کو سن کر یہ لوگ حج کو نکلیں تو آمدنی کا دروازہ کھلے۔ گویا اللہ اور اس کے
 رسول نے یہ سارا کاروبار انہی مہنتوں اور ان کے دلا لوں کی پرورش کے
 لئے پھیلا یا تھا۔ پھر جب اس فرض کو ادا کرنے کے لئے آدمی گھر سے نکلتا ہے تو
 سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک ہر جگہ اس کو مذہبی مزدوروں اور دینی
 تاجروں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ معلم، مطوف، کلید بردار کعبہ اور خود حکومت

حجاز سب اس تجارت میں حصہ دار ہیں۔ حج کے سارے مناسک معاوضہ لیکر
 ادا کرائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے خانہ کعبہ کا دروازہ تک فیس کے بغیر
 نہیں کھل سکتا۔ نغوذ باللہ من ذلک، یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی
 حالت اس دین کے نام نہاد خدمت گزاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں
 نے اختیار کر رکھی ہے، جس نے مہنت گری کے کاروبار کی جڑ کاٹ دی تھی۔
 بھلا جہاں عبادت کرانے کا کام مزدوری اور تجارت بن گیا ہو، جہاں
 عبادت گاہوں کو ذریعہ آمدنی بنا لیا گیا ہو۔ جہاں احکام الہی کو اس غرض کے
 لئے استعمال کیا جاتا ہو کہ خدا کا حکم سن کر لوگ فرض بجالانے کے لئے مجبور
 ہوں، اور اس طاقت کے بل پر ان کی جیبوں سے روپیہ گھسیٹا جائے۔
 جہاں آدمی کو عبادت کا ہر رکن ادا کرنے کے لئے معاوضہ دینا پڑتا ہو اور اپنی
 سعادت ایک طرح سے خرید و فروخت کی جنس بن گئی ہو۔ ایسی جگہ عبادت کی
 رُوح باقی کہاں رہ سکتی ہے؟ کس طرح آپ امید کر سکتے ہیں کہ حج کرنے والوں
 اور حج کرانے والوں کو اس عبادت کے حقیقی، اخلاقی و روحانی فائدے
 حاصل ہونگے۔ جب یہ سارا کام ایک طرف سوداگری اور دوسری طرف خریداری
 کی ذہنیت سے ہو رہا ہو؟

اس ذکر سے میرا مقصد کسی کو الزام دینا نہیں ہے، بلکہ صرف لوگوں کو
 بتانا ہے کہ حج جیسی عظیم الشان طاقت کو آج کن چیزوں نے قریب قریب

بالکل بے اثر بنا رکھا ہے۔ یہ غلط فہمی کسی کے دل میں نہ رہنی چاہئے کہ اسلام میں اور اس کے جاری کئے ہوئے طریقوں میں کوئی کوتاہی ہے۔ نہیں، کوتاہی دراصل ان لوگوں میں ہے جو اسلام کی صحیح پیروی نہیں کرتے۔ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے کہ جو طریقے تم کو انسانیت کا مکمل نمونہ بنانے والے تھے۔ اور جن پر ٹھیک ٹھیک عمل کر کے دنیا کے مصلح اور امام بن سکتے تھے۔ اُن سے آج کوئی اچھا پھل ظاہر نہیں ہو رہا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں کو خود ان طریقوں کے مفید ہونے میں شک ہونے لگا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک طبیب حاذق چند بہترین، تیرہدف نسخے چھوڑ گیا ہو اور بعد میں اس کے وہ نسخے اناڑی اور جاہل جانشینوں کے ہاتھ پڑ کر بے کار بھی ہو رہے ہوں اور بدنام بھی۔ نسخہ بجائے خود چاہے کتنا ہی صحیح ہو مگر بہر حال اس سے کام لینے کے لئے فن کی واقفیت اور سمجھ بوجھ ضروری ہے۔ اناڑی اس سے کام لیں گے، تو عجب نہیں کہ وہ نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر ہو جائے۔ جاہل لوگ جو خود نسخے کو جانچنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ اس غلط فہمی میں پڑ جائیں کہ نسخہ خود ہی غلط ہے *۔



تاج آرٹ پریس لاہور میں ایڈیٹر شمس عذرا بیگم نے تیار کیا۔
 تاج آرٹ پریس لاہور میں ایڈیٹر شمس عذرا بیگم نے تیار کیا۔

قرآن پاک

کارِ ثواب
موجب خیر و برکت

کا پڑھنا
اس کا سمجھنا

اور ذریعہ نجات
اس پر عمل کرنا

تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔ کراچی



نسخہ کیمیا

نسخہ کیمیا کیا ہے؟

بالفاظ مختصر ایک خلاصہ قرآن ہے!

جو برادرانِ اسلام کی ضرورت کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

غرض صرف یہ ہے، کہ جو اصحابِ انسانی زندگی کے مکمل دستور العمل یعنی قرآن پاک سے مسائل استنباط کرنے کی اہمیت نہیں رکھتے، یا ہر روز تلاوت کے لئے وقت نہیں نکال سکتے۔ وہ نسخہ کیمیا کا مطالعہ

میرا
اسرا
ذہ
بہ



Price As 0-8-0



Price As 0-8-0